POSTED ON 29 Dec. 2008 AT DELHI R.M.S. LICENCE NO. U (D.N.) 41/2006-08 TO POST WITHOUT PRE PAYMENT PAGES-8. قیمت=/Rs.5

حکومت سے منظور شدہ ایکسپورٹ ہاؤس
سپر ٹینری لمیٹڈ
برنشڈ کاف • فیشن اسپلٹ لیدرز • اَئل پُل اَپ • انڈسٹریل سیفٹی بوٹ لیدرز • نوبک • واٹر پروف لیدرز • گارمنٹ نپا • شوایند بوٹ اُپرز
SUPER TANNERY LIMITED
(A Government Recognised Export House)
187/170, JAJMAU ROAD, KANPUR-208010 (INDIA)
Tel:+91-512-2460137,2465362,2462138,2461079
Fax:+91-512-2460792,2462227,
Email:supertannery@satyam.net.in
Website:www.supertannery.org

"اس شخص سے بہتر کس کی بات ہوسکتی ہے جو اللہ کی طرف بلائے اور نیک عمل کرے اور کہے کہ میں مسلمانوں میں سے ہوں۔" (قرآن)

سہ روزہ دعوت نئی دہلی

کتابیں بہترین ہم نشین ہیں
بچوں کے لئے مفید کتاب
اچھا بچہ کون؟
سب کی نگاہ میں اچھے بن جایئے
اس کتاب کو پڑھئے
آج ہی حاصل کریں
ناشر البدر بک سینٹر
مہاجنی ٹولہ، سرائے میر، اعظم گڑھ، یوپی 9839591434

• جلد: ۵۷ • شمارہ: ۱ • یکم جنوری ۲۰۰۹ء • 1st. Jan. 2009 • جمعرات • ۳ محرم الحرام ۱۴۳۰ھ • قیمت=/Rs.5 • سعودی عرب اور دیگر خلیجی ملکوں کیلئے ۳ ریال • Posting: 29 Dec. 2008 Monday •

اس چیلنج کا مقابلہ کرنے کیلئے عالمی برادری کی حمایت ضروری ہے

۲۶ نومبر کو ممبئی پر جو حملے ہوئے تھے وہ بجا طور پر ایک بہت بڑا چیلنج تھا، نہ صرف مہاراشٹر پولیس کے لئے بلکہ خفیہ ایجنسیوں کے لئے، خصوصی دستوں کے لئے یہاں تک کہ ہندوستانی فوج کے لئے خاص طور پر بحریہ کے لئے، اسی طرح یہ حکومت کے لئے بھی ایک بہت بڑا چیلنج تھا، مہاراشٹر کی حکومت کے لئے بھی اور مرکزی حکومت کے لئے بھی، اس ایک واقعہ نے ایک ریاست کو اندر سے ہلاکر رکھ دیا۔ اس کے سامنے اتنے سوالات اٹھ کھڑے ہوئے کہ ان کا تسلی بخش جواب دینا اس کے لئے مشکل ہوگیا۔ ایک ماہ گزر جانے کے بعد بھی یہ ہنوز ایک زبردست چیلنج بنا ہوا ہے۔ اب ایک ایسا پیچیدہ مسئلہ بن گیا ہے کہ جس کی گتھی سلجھائے نہیں سلجھ رہی ہے۔ حکومت بھی یہ فیصلہ نہیں کرپارہی ہے کہ اسے کون سا طریقہ کار اختیار کرنا چاہئے۔ شاید اس معاملہ میں ہنوز وہ ادھیڑ بن کا شکار ہے۔ جہاں تک ماہرین اور فیصلہ سازی اور رائے بتانے کے عمل میں کسی نہ کسی درجے میں شامل عناصر کا تعلق ہے وہ بھی کسی ایک موقف پر متفق نظر نہیں آرہے ہیں۔ ان کے درمیان اختلاف کا پایا جانا ہی یہ بتارہا ہے کہ ان کے سامنے کوئی واضح راستہ نہیں ہے۔ ایک رائے یہ ہے کہ خود حفاظتی کے تصور کے تحت طاقت کے استعمال کا راستہ اپنایا جانا چاہئے، یعنی ہندوستان کو جس طرح اپنی سرحدوں کی حفاظت کا حق ہے ٹھیک اسی طرح اسے اپنے مفادات کے تحفظ کا حق بھی پہنچتا ہے۔ اگر اسے یہ محسوس ہو کہ اس کی سرحدوں کو یا مفادات کو خطرہ لاحق ہے تو وہ پیشگی کارروائی کرکے اس خطرے کا دفاع کرسکتا ہے اور اسے دور کرسکتا ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ حکومت ہند نے پہلے پہل یہی لائن اختیار کی تھی اور پاکستان پر دباؤ بنانے کی کوشش کی تھی، وزیراعظم اور وزیر خارجہ نے اقدامی پوزیشن اپنائی تھی لیکن بہت جلد وہ دفاعی پوزیشن میں آگئے۔

حالات یہ بتاتے ہیں کہ اس معاملے میں پاکستان ہم پر سبقت لے گیا، اس لئے کہ اس نے اس کو اپنے حق میں استعمال کرلیا، پہلے تو اس نے یہ پروپگنڈا کرنا شروع کیا کہ پاکستان کو ہندوستان کی طرف سے خطرہ لاحق ہے۔ حالانکہ ہندوستان کی طرف سے معاملہ بیان بازی سے آگے نہیں بڑھا تھا، تاہم اس نے کچھ ایسا سماں باندھا کہ ایسا محسوس ہونے لگا کہ جنگ کے بادل برصغیر پر منڈلانے لگے ہیں۔ اس نے یہ الزام عائد کیا کہ ہندوستانی فضائیہ نے پاکستان کی فضائی حدود کی خلاف ورزی کی ہے۔ اس پروپگنڈے کو ان بیانات سے تقویت بھی پہنچائی گئی جن میں ہمارے بعض لیڈروں نے حکومت ہند کو یہ مشورہ دیا تھا کہ اسے چاہئے کہ پاکستان کی سرزمین اور خاص طور پر پاکستان کے زیر کنٹرول کشمیر میں دہشت گردوں کی جو تربیت گاہیں ہیں انہیں تباہ کردیا جائے۔ ایسا لگتا ہے کہ مغربی ملکوں اور خاص طور پر امریکہ کو یہ محسوس ہوا کہ یہ خطرہ لاحق ہوسکتا ہے۔ اس نے دوسری چال یہ چلی کہ امریکہ اور مغربی ملکوں کو یہ باور کرایا اور اس میں اسے کامیابی بھی مل گئی کہ اس کی مشرقی سرحد کو خطرہ لاحق ہوگیا ہے یعنی ہندوستان کی طرف سے جنگ کا خطرہ پیدا ہوگیا ہے۔ اس لئے وہ اپنی مغربی سرحد سے فوجیں ہٹانا چاہتا ہے، تاکہ ان افواج کو مشرقی سرحد پر تعینات کیا جاسکے، شاید پاکستانی صدر آصف علی زرداری کے افغانستان کے دورے کا ڈرامہ بھی اس سلسلے کی کڑی تھی، اس نے امریکہ کو پریشان کردیا، پھر امریکی لیڈروں اور خاص طور پر اعلی فوجی افسر کی پاکستان اور ہندوستان کی دوڑ شروع ہوگئی اور ان کی طرف سے دونوں ملکوں کو یہ سمجھایا جانے لگا کہ جنگ اس مسئلہ کا حل نہیں ہے لہٰذا دونوں ملکوں کو طاقت کے استعمال سے ہر حال میں گریز کرنا چاہئے اور پرامن طریقے سے تنازعات اور اختلافات کو دور کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ زبانی جمع خرچ کے طور پر انھوں نے پاکستان کو مورد الزام بھی ٹھہرایا اور اس سے ہندوستان کے ساتھ تعاون کرنے، اپنی سرزمین کو دہشت گردوں سے پاک کرنے اور تمام ضروری قدم اٹھانے کا مطالبہ بھی کیا، لیکن ایسا محسوس ہوتا ہے کہ پاکستان ان کی کمزوری کو پہلے ہی بھانپ چکا تھا لہٰذا اس نے اس کا بھرپور فائدہ اٹھایا۔

امریکی لیڈروں کی طرف سے ہندوستان سے بھی یہ کہا جارہا تھا کہ وہ جنگ کی زبان میں بات نہ کرے، شاید یہی وجہ ہے کہ وزیراعظم ڈاکٹر منموہن سنگھ نے یہ وضاحتی بیان دیا کہ جنگ کوئی نہیں چاہتا اور ہندوستان طاقت کے استعمال کو واحد حل نہیں سمجھتا۔ لہٰذا طے یہ کیا گیا کہ پاکستان پر دباؤ بنانے کی پالیسی اختیار کی جائے، اسے پریشرڈ پلومیسی کہا گیا، محسوس ہوتا ہے کہ اس نے پاکستان کو ایک اور موقع فراہم کردیا اور اس کی طرف سے جنگ کے خطرے کو واقعی بناکر پیش کیا جانے لگا۔ سیاسی اور فوجی قیادت نے اپنی سرگرمیوں سے کچھ ایسا ہی تاثر دیا یہاں تک کہ اہم پاکستانی شہروں کی فضائی نگرانی بھی شروع کردی گئی۔ دوسری طرف ہندوستان کی جانب سے عالمی برادری سے یہ اپیل کی جانے لگی کہ اسے اس صورتحال کا نوٹس لینا چاہئے اور ممبئی پر ہونے والے حملوں کی نہ صرف مذمت کرنی چاہئے بلکہ اس میں بالواسطہ یا بلاواسطہ طور پر پاکستان کے ملوث ہونے پر اس کے خلاف سخت کارروائی کی جانی چاہئے اس سلسلے میں سفیروں کا اجلاس طلب کیا گیا، لیکن ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہ بہت زیادہ کارگر قدم ثابت نہیں ہوسکا۔ کیونکہ بس اقوام متحدہ کی طرف سے ایک قرارداد منظور کی گئی جس پر نہایت بے دلی کے ساتھ پاکستان نے عمل کرکے یہ ظاہر کیا کہ وہ اقوام متحدہ کی قرارداد کو روبہ عمل لا رہا ہے۔ دباؤ میں ہندوستان آ گیا، اس کا اندازہ چوٹی کے لیڈروں اور سابق سفارت کاروں کے ان بیانات سے ہوتا ہے کہ امریکہ اور مغربی ممالک اس وقت ہندوستان کی حمایت میں آئیں گے جب انہیں یہ محسوس ہوگا کہ اس سے ان کے مفادات بھی وابستہ ہیں ورنہ کوئی اس کی مدد کو نہیں آئے گا۔ اس سلسلے میں بعض سابق سفارتکاروں کی اور عسکری ماہرین کی یہ رائے ہے کہ محض امریکہ پر بھروسہ کرنا ٹھیک نہیں ہے بلکہ جو ممالک پاکستان پر اثرانداز ہوسکتے ہیں ان کو بھی نہ صرف صورتحال سے واقف کرایا جائے بلکہ پاکستان کا مجرم ہونا ان پر ثابت کیا جائے، اس لئے چین اور سعودی عرب کا نام بھی لیا جارہا ہے اور ان سے بھی رابطے قائم کئے جارہے ہیں۔ بعض دوسرے خلیجی ملکوں سے بھی رابطہ کیا گیا ہے اور ایک رائے یہ بھی ہے کہ چین کو بھی کٹہرے میں کھڑا کیا جانا چاہئے، لیکن یہ مسئلہ محض خارجہ پالیسی سے حل ہونے والا نہیں ہے۔ اس کا گہرائی کے ساتھ جائزہ لینے کی ضرورت ہے اور داخلی سطح پر بھی کمزوریاں معلوم کرنے اور انہیں دور کرنے کی ضرورت ہے۔ بعض حلقوں کی طرف سے اس پر بھرپور سیاسی بحث کی تجویز پیش کی گئی ہے۔ (ش ر)

اس کا سبب دباؤ اور لالچ ہرگز نہیں ہے

تبدیلیٔ مذہب کے ذریعہ اسلام قبول کرکے چندر موہن، چاند محمد اور انورادھا بالی فضا محمد بن گئے۔ چندر موہن ہریانہ کے کالکا اسمبلی حلقہ سے چوتھی بار ممبر اسمبلی ہیں اور قبولیت اسلام کے اعلان کے وقت ریاست کے نائب وزیراعلیٰ تھے ان کے پاس فوڈ اینڈ سول سپلائی کا قلمدان بھی تھا انورادھا بالی ریاست کی اسسٹنٹ ایڈوکیٹ جنرل تھیں۔ اب ان دونوں کو ان عہدوں سے ہٹادیا گیا ہے۔ وہ دونوں قبول اسلام کے اعلان سے پہلے تقریباً ڈیڑھ ماہ تک لاپتہ اور اپنی ذمہ داریوں سے بغیر اطلاع غیر حاضر رہے تھے۔ انورادھا کو غائب ہونے کی حالت میں اور غائب ہونے کی بنیاد پر اس ذمہ داری سے الگ کردیا گیا تھا۔ سرکاری عہدہ یا ملازمت سے علیحدگی کے لئے نوٹس وغیرہ کی جو کارروائیاں مطلوب ہوتی ہیں ان کے بارے میں اس طرح کی کوئی اطلاع نہیں ہے۔ تاہم چاند محمد کو ان کی وزارت سے اس وقت علیحدہ کیا گیا جب انہوں نے منظر عام پر آکر باقاعدہ قبول اسلام کا اعلان کردیا۔ اگرچہ ریاست کی کانگریسی حکومت نے علیحدگی کی وجہ ان کے اتنے دن تک بغیر بتائے غائب رہنے کو قرار دیا۔ ان دونوں نے ہندو دھرم چھوڑ کر اسلام قبول کرنے کے بعد آپس میں شادی کرلی ہے۔ چاند محمد یعنی سابق چندر موہن پہلے سے شادی شدہ ہیں ان کی شادی ۱۸ سال قبل ہوئی تھی ان کی پہلی بیوی سیما بشنوئی سے ایک بیٹا سدھارتھ لندن میں زیر تعلیم ہے اور ایک بیٹی دامنی اپنی ماں کے ساتھ ہے۔ ہریانہ کے سابق وزیراعلیٰ ۷۷ سالہ بھجن لال کے ۴۳ سالہ بڑے صاحبزادہ چندر موہن کے بڑے بیٹے موہت کا ۷ر مارچ ۲۰۰۸ء کو طویل علالت کے بعد انتقال ہوگیا تھا۔ بھجن لال کانگریس کے سینئر لیڈر رہے ہیں لیکن دسمبر ۲۰۰۷ء میں انہوں نے اور ان کے دوسرے بیٹے بھوانی کے ممبر پارلیمنٹ کلدیپ بشنوئی نے کانگریس سے علیحدگی اختیار کرکے اپنی ہریانہ جن ہت کانگریس پارٹی بنائی ہے۔

چندر موہن کے اپنے والد اور بھائی سے تعلقات پہلے ہی سے خوشگوار نہیں چل رہے تھے ان کا کہنا ہے کہ ۱۸ سال کی ازدواجی زندگی کے باوجود ان کے اور ان کی پہلی بیوی کے تعلقات کبھی بھی گھر کو جنت کا نمونہ بنانے والے نہیں رہے۔ ان کے مزاجوں میں ہم آہنگی نہیں ہے جس سے اکثر گھر میں کشیدگی رہتی ہے اور طبیعت کو وہ گھریلو و ازدواجی خوشی و مسرت حاصل نہیں رہی تاہم میں اپنی پہلی بیوی کے بارے میں کچھ کہنا نہیں چاہتا۔ ان کا کہنا ہے کہ انورادھا بالی سے ان کے کئی سال سے تعارف اور تعلقات تھے۔ ان کے قبول اسلام کو میڈیا نے عام طور سے شادی سے جوڑا ہے کہ اتفاق سے انہوں نے شادی اور قبول اسلام دونوں کا اعلان بیک وقت ہی کیا ہے لیکن خود ان کا یہ کہنا ہے جیسا کہ بعض اخبارات نے بھی کسی بھی شکل میں سہی بہرحال اس کا ذکر کیا ہے کہ میرا رجحان بچپن ہی سے اسلام کی طرف رہا ہے۔ انہوں نے اسلام قبول کرلیا ہے اور مسلم روایت کے مطابق نکاح کیا ہے۔

۳۷ سالہ انورادھا بالی جواب فضا محمد بن گئی ہیں آرمی کے سویلین ملازم دھرم پال کی صاحبزادی ہیں جو ملٹری انجینئرنگ سروس ڈپارٹمنٹ میں کام کرتے تھے ان کا دو سال قبل انتقال ہوگیا تھا۔ فضا چار بہنوں میں سب سے بڑی ہیں۔

شادی شدہ بہن ماریشس میں رہتی ہیں جب کہ دوسری زیرک پور میں سب سے چھوٹی چنڈی گڑھ میں ان کی ایک اور بہن زیر تعلیم ہیں۔ ان کی پیدائش ۲۵ جولائی ۱۹۷۱ء کو ہوئی تھی انہوں نے کیندریہ ودیالیہ چنڈی گڑھ سے میٹرک کولیشن کیا اس کے بعد ۱۹۹۱ء میں گورنمنٹ گرلز کالج سے گریجویشن کیا۔ ان کے پڑوسیوں کا کہنا ہے کہ وہ کم گو اور نرم گفتار ہیں۔ جو علاقہ کے لوگوں سے زیادہ بے تکلف اور گھل مل کر نہیں رہتیں۔ ہم نے کبھی بھی ان کو رات کو دیر سے آتے نہیں دیکھا نہ ہی کسی کو ان کے گھر بہت زیادہ آتے جاتے دیکھا۔ ان کا سلوک لوگوں کے ساتھ بہت اچھا رہتا ہے۔ ان کے بہت زیادہ دوست واحباب بھی نہیں ہیں کیونکہ وہ بہت مصروف رہتی ہیں۔ وہ چنڈی گڑھ میں اپنی ماں سویتا بالی کے ساتھ رہتی ہیں۔ جن کا مائیکہ انبالہ میں ہے۔ انورادھا بالی نے ۱۹۹۴ء میں پنجاب یونیورسٹی سے قانون کی ڈگری حاصل کی۔ انہوں نے ہریانہ میں بہت تیزی کے ساتھ ترقی کی منازل طے کی ہیں۔

ضلع کورٹ چنڈی گڑھ میں اسسٹنٹ

باقی صفحہ ۸ پر

بلاتبصرہ

راجدھانی واین سی آر میں جرائم پیشہ افراد کے حوصلے بلند ہوتے جارہے ہیں۔ جلدی امیر بننے کی خواہش میں لوگ کسی نہ کسی سیاسی پارٹی سے وابستہ ہوجاتے ہیں۔ پھر بڑی بڑی گاڑیاں و ہتھیار حاصل کرلیتے ہیں۔ یہ لوگ پولیس پر بھی اپنا رعب و دبدبہ رکھتے ہیں اور خود پولیس کے افسران بھی ان سے اپنا کام نکلواتے نظر آتے ہیں۔ پولیس کی کمزوری تو تب زیادہ دکھائی دیتی ہے جب کسی مقامی مجرم کو پکڑنے کے لئے دباؤ ہوتا ہے اور پولیس ان بااثر لوگوں سے اسے پکڑنے کے لئے مدد لیتی ہے۔ یہ غور طلب امر ہے کہ جب پولیس ان قدآور لوگوں کے ساتھ ہی لگی رہے گی تو وہ عام لوگوں کی حفاظت کب کرے گی؟ روہت کمار سنگھ، غازی آباد

راشٹریہ سہارا، ۲۶ ر دسمبر ۲۰۰۸ء

خبر ونظر

ایک دانشور کا مشورہ

جناب سید حامد صاحب نے اپنی ایک تازہ تحریر میں ملت کو مشورہ دیا ہے کہ موجودہ مشکل حالات سے مایوس اور دل برداشتہ نہ ہو، ایسا کوئی کام نہ کرے جس سے مسائل مزید الجھ جائیں بلکہ اپنی صفوں میں اتحاد و نظم قائم کرکے حالات کا مقابلہ کرے۔ جو کمزوریاں راہ میں حائل ہیں انہیں دور کرے۔ تعلیم کی طرف توجہ دے۔ اپنی توانائیوں کو بہتر طور پر استعمال کرے۔ ترقی کی دوڑ میں کمر کس کے شریک ہوجائے۔ اپنی اس تحریر (دعوت ۲۵ ر دسمبر) میں اس نصیحت کے بعد کہ "ہم دوسرے مذاہب کے پیروکاروں کا احترام کریں، ملک اور انسانیت کے مشترک مسائل کے حل میں دلچسپی لیں، اُن خطرات کو دور کرنے کی کوششوں میں شامل ہوجائیں جو ہمارے وطن عزیز کو درپیش ہیں" موصوف نے لکھا ہے "ہمارے اہل وطن جب ہمیں ملک کی حفاظت اور ارتقاء کے لئے جدوجہد کرتے دیکھیں گے تو وہ ہمارے لئے یگانگت اور انسیت محسوس کریں گے۔ آفات ارضی و سماوی کے وقوع سے ہماری بستیاں کبھی زیادہ عرصے تک محفوظ نہیں رہتیں۔ یہ قانون قدرت ہے۔ ہمارے اہل وطن جب ہمیں ان آفات سے عہدہ برآ ہوتے دیکھیں گے تو ان کا دھیان ہماری بابت منفی رجحانات کے بجائے مثبت تاثرات کی طرف جائے گا۔ دلوں کا غبار بیٹھے گا اور اجتماعی مساعی کارگر ہوں گی انشاء اللہ۔"

جو بات محل نظر ہے

ملت کے باخبر حلقوں کے لئے سید صاحب مدظلہ کی ذات گرامی محتاج تعارف نہیں ہے۔ موصوف ملت ہند کی ایک قدآور، سرکردہ اور انتہائی دردمند شخصیت ہیں۔ اپنے قول اور عمل دونوں سے ملت کو بھرپور فائدہ پہنچانے کی کوشش کررہے ہیں۔ اپنے اخلاص، اپنی بے لوثی اور دیگر خصوصیات کی وجہ سے موصوف ہمارے دانشوروں میں ممتاز حیثیت کے حامل ہیں۔ ان کی ہر تحریر کی طرح یہ تحریر بھی ملت کے درد اور اس کی خیرخواہی کے جذبے میں ڈوبی ہوئی ہے۔ موصوف نے جو مشورے دیئے ہیں، جو نصیحتیں کی ہیں اُن میں سے کسی سے بھی اختلاف نہیں کیا جاسکتا۔ البتہ موصوف نے اہل وطن سے جو یہ امید باندھی ہے کہ "ہمیں ملک کی حفاظت اور ارتقاء کے لئے جدوجہد کرتے دیکھ کر وہ ہمارے لئے یگانگت و انسیت محسوس کریں گے، ان کا دھیان ہماری بابت منفی رجحانات کی بجائے مثبت تاثرات کی طرف جائے گا۔" تو یہ امید کچھ محل نظر ہی لگتی ہے۔ اس لئے کہ آج ملکی سیاست، صحافت اور معیشت پر اُس ذہن کا قبضہ ہے جس نے برطانوی استعمار سے ملک کو آزاد کرانے کی کوششوں میں مسلمانوں کے حصے کو کبھی تسلیم نہیں کیا۔ تاریخ کے ہر اُس باب کو نئی نسلوں سے دور رکھنے کی جی توڑ کوشش کرتا رہا جس میں مسلمانوں کی بیش بہا قربانیاں مذکور ہیں۔

بدگمانیوں کا ایک بڑا سبب

پھر یہ حقائق بھی سامنے رہیں کہ مسلمانوں کی تعلیم و معاشی ترقی کی کوششیں اس ذہن کو کبھی اچھی نہیں لگیں۔ تعلیمی ترقی میں روڑے، تعلیمی اداروں کی کردارکشی اور مسلمانوں کی خوشحال آبادیوں میں فسادات اس ذہن کا شیوہ رہا۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ ملت کو وہ کام نہیں کرنے چاہئیں جو سید صاحب چاہتے ہیں، ضرور کرنے چاہئیں اور کسی کی خوشی یا ناراضی کی پروا کئے بغیر کرنے چاہئیں کہ یہ مسلمانوں کی شہری اور مذہبی ذمہ داری ہے، تاہم سید حامد صاحب اور ان جیسے دردمندوں کو اُن اسباب پر مزید غور کرنا چاہئے جو برادران وطن کی بدگمانیوں کا باعث ہیں۔ ہمارے نزدیک ایک بہت بڑا سبب بدگمانیوں کا یہ ہے کہ مسلمانوں نے اُس دولت عظمیٰ سے اپنے اہل وطن کو متعارف نہیں کرایا جو عقیدۂ توحید اور دین اسلام کی شکل میں ان کے پاس موجود ہے۔ اہل وطن میں کدورت اس لئے نہیں ہے کہ اسلام اُن تک پہنچ چکا ہے اور وہ اسلام سے بخوبی واقف ہوچکے ہیں، بلکہ اس لئے ہے کہ اسلام اُن تک پہنچا ہی نہیں اور وہ دور دور سے بدگمانیوں میں مبتلا رہے ہے۔ کیا اچھا ہو اگر سید صاحب اس پہلو سے بھی غور وفکر کرکے کوئی نقشہ کار ملت کے سامنے پیش کریں۔ موصوف کی بات یقیناً توجہ سے سنی جائے گی۔ (پ ر)

پریشرڈ پلومیسی ایک موثر ذریعہ

امریکہ کی جانب سے ایک بار پھر ہندوستان کے ساتھ اظہار یکجہتی کرتے ہوئے پاکستان سے یہ مطالبہ کیا گیا ہے کہ دہشت گردی کے خاتمے کے لئے ابھی اسے بہت کچھ کرنا ہے۔ امریکہ کے نائب وزیر خارجہ اور جنوبی اور وسطی ایشیا کے امور کے انچارج رچرڈ باؤچر نے اپنے ایک بیان میں یہ کہا ہے کہ پاکستان نے اس سلسلہ میں کچھ کارروائی کی ہے مگر یہ کارروائی ناکافی ہے ابھی اسے بہت کچھ کرنا باقی ہے تاکہ ممبئی حملوں جیسے واقعات دوبارہ نہ ہوسکیں۔ مسٹر باؤچر نے کہا ہے کہ امریکہ کا سارا زور اس بات پر ہے کہ دہشت گردی کو جڑ بنیاد سے اکھاڑ پھینکا جائے اور اس کا زور بالکل توڑ کر رکھ دیا جائے تاکہ یہ دوبارہ سر اٹھانے کے لائق نہ رہے۔

اطلاعات کے مطابق انہوں نے پاکستان کی ایک ذمہ دار ریاست کا ثبوت پیش کرنے کا مطالبہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ دہشت گردانہ سرگرمیوں میں ملوث گروپ کو نیست و نابود کرنے کے لئے اسے تمام ضروری قدم اٹھانے چاہئیں تاکہ ہندوستان کی مصیبتیں ختم ہوں اور آئندہ اس قسم کا حملہ دوبارہ نہ ہوسکے۔ یہ بات انہوں نے آل انڈیا ریڈیو کو دیئے گئے ایک تازہ انٹرویو میں کہی ہے۔ واضح رہے کہ ہندوستان کی طرف سے پریشر ڈپلومیسی کو آگے بڑھاتے ہوئے امریکہ، چین، سعودی عرب اور بعض دوسرے ملکوں سے رابطہ قائم کیا گیا تھا اور ان پر زور دیا گیا تھا کہ وہ پاکستان پر دباؤ ڈالیں کہ وہ ایک معقول اور ذمہ دار ریاست ہونے کا ثبوت پیش کرتے ہوئے دہشت گردی کے خاتمہ کے لئے تمام ضروری قدم اٹھائے، اس دوران ہندوستانی کمیونسٹ پارٹی نے حکومت کو مشورہ دیا ہے وہ اقوام متحدہ کی قراردادوں کا سہارا لے کر اس معاملے کو آگے بڑھائے، ادھر وزیر خارجہ پرنب مکھرجی نے اپنے ایک بیان میں کہا ہے کہ پاکستان کو چاہئے کہ وہ جنگی جنون میں مبتلا نہ ہو ان کا کہنا ہے کہ پاکستان جنگ کا ہوا کھڑا کرکے اصل مسئلہ کی طرف سے عالمی برادری کی توجہ ہٹانا چاہتا ہے۔

دریں اثنا یہ اطلاعات بھی موصول ہورہی ہیں کہ امریکہ وار آن ٹیرر (دہشت گردی مخالف جنگ کو موثر اور کارگر بنائے رکھنے کے لئے پاکستان پر انحصار کو کم سے کم کرنے کی فکر میں ہے۔ امریکہ کی افغانستان میں دہشت گردی کے خلاف جو مہم جاری ہے اس کے خطرے میں پڑ جانے کا اندیشہ اس وجہ سے پیدا ہوگیا ہے کہ فی الحال امریکہ کو اس کے لئے پاکستان پر انحصار کرنا پڑ رہا ہے۔ پاکستان نے اس مہم میں ہراول دستہ کا کردار ادا کرنے کی پیش کش کرکے نہ صرف خود کو بین الاقوامی کارروائی سے بچائے رکھا بلکہ امریکہ کو ایک درجے میں مجبور کردیا کہ وہ اس کی مدد لے، اس وقت افغانستان کو جو سامان رسد اور فوجی ساز وسامان پہنچ رہا ہے وہ پاکستان کے راستے پہنچ رہا ہے۔

امریکی اور اتحادی افواج کے جہاز کراچی بندرگاہ پر لنگر انداز ہوتے ہیں۔ وہاں سے سڑک کے راستے یہ ساز وسامان افغانستان پہنچتا ہے۔ لیکن یہ سارا بہت زیادہ پرخطر ہوگیا ہے۔ امریکی اور اتحادی کارروان پر حملے بھی ہوتے رہتے ہیں، اور اب ممبئی حملوں کے بعد

باقی صفحہ ۶ پر

ہند۔ پاک ریل سروس کو خطرہ

لاہور۔ پاکستان کے وفاقی وزیر ریلوے غلام احمد بلور نے کہا ہے کہ ہندوستان اور پاکستان کے درمیان موجودہ کشیدگی کے پیش نظر سمجھوتہ اور تھار ایکسپریس بند ہونے کا اندیشہ ہے۔ ایک پرائیویٹ ٹی وی چینل سے بات چیت کرتے ہوئے انھوں نے کہا کہ ابھی تک پاکستانی اور ہندوستانی حکام نے دونوں ملکوں کے درمیان ریلوے سروس کو بند کرنے کا کوئی اشارہ تو نہیں دیا ہے لیکن کشیدگی کی وجہ سے اس کا اندیشہ ضرور ہے۔ ادھر جموں وکشمیر اور پاکستان کے زیر انتظام کشمیر کے درمیان تجارت کا سلسلہ جاری ہے۔ دریں اثناء ہندوستانی وزارت خارجہ نے شہریوں سے پاکستان کا دورہ نہ کرنے کی اپیل کی ہے۔

غزہ کی سرحد کھل گئی

غزہ۔ اسرائیل نے غزہ پٹی کے ساتھ بارڈر کراسنگ کھول دی۔ اس طرح سرحدوں کے دونوں طرف کشیدگی میں کمی آئی۔ اسرائیل کے وزیر دفاع ایہود بارک نے کہا کہ انھوں نے بین الاقوامی برادری کی متعدد درخواستوں پر انسان دوستی کی بنیاد پر آنے والی لازمی اشیاء کے لئے کراسنگ کھول دی ہے جبکہ کراسنگ کھولنے سے ایک دن قبل اسرائیل کے وزیراعظم ایہود اولمرٹ نے حماس کو وارننگ دیتے ہوئے کہا تھا کہ یا تو وہ راکٹ سے حملے کرنا بند کرے یا اس کی بھاری قیمت چکانے کو تیار رہے۔

قومی انسانی حقوق کمیشن کا موقف

ممبئی۔ قومی انسانی حقوق کمیشن نے ممبئی میں دہشت گردانہ حملوں کے تئیں سخت رخ اپناتے ہوئے اس معاملے میں کوئی بھی سماعت کرنے سے انکار کردیا ہے۔ کمیشن نے کہا ہے کہ ممبئی دہشت گردانہ حملوں کے تناظر میں انسانی حقوق کی پامالی کی شکایتوں پر وہ کوئی غور نہیں کرے گا۔

دنیا میں ترقی کا گراف بلند

نئی دہلی۔ اقوام متحدہ ڈیولپمنٹ پروگرام کے مطابق دنیا کے زیادہ تر ممالک کے لوگوں کی مالی حالت بہتر ہوئی ہے، ہیومن ڈیولپمنٹ انڈیکس۔ اے اسٹیٹسٹیکل ایڈیٹ ۲۰۰۸ء کے عنوان سے جاری اقوام متحدہ ڈیولپمنٹ پروگرام میں یہ انکشاف کیا گیا ہے۔ خاص بات یہ ہے کہ انسانی بہبود کے گوشوارے کو پہلی مرتبہ روایتی انسانی ترقی رپورٹ سے الگ جاری کیا گیا ہے تاکہ اعداد وشمار میں آئی کچھ اہم تبدیلیوں کو بہتر طریقے سے سمجھا جاسکے۔

شہریت ثابت ہونے پر قانونی مدد

اسلام آباد۔ پاکستان کے وفاقی وزیر داخلہ رحمن ملک نے نیشنل ڈیٹا بیس اینڈ رجسٹریشن اتھارٹی کے ہیڈکوارٹر میں ایک تقریب میں کہا کہ ممبئی حملوں میں گرفتار واحد دہشت گرد اجمل عامر قصاب کو قانونی مدد اسی وقت دی جائے گی جب تک یہ ثابت نہیں ہوجاتا کہ وہ اس ملک کا شہری ہے۔ ہم نے ریکارڈ کی پوری جانچ کی ہے لیکن اس نام کا کوئی آدمی نہیں پایا ہے اس لئے ہمیں یقین نہیں ہے کہ وہ پاکستانی ہے یا کسی اور ملک کا۔

برصغیر کیلئے خصوصی امریکی ایلچی

لندن۔ برطانوی روزنامہ 'ڈیلی میل' کی رپورٹ امریکہ کی نامزد وزیر خارجہ ہلیری کلنٹن نے برصغیر ہند۔ پاک میں اپنے شوہر سابق امریکی صدر بل کلنٹن کو خصوصی ایلچی بنانے کا مشورہ دیا ہے کیونکہ اس خطے میں ممبئی حملوں کے بعد حالات دھماکہ خیز ہوگئے ہیں اور دونوں ملکوں کے تعلقات کافی کشیدہ ہوگئے ہیں۔ مسٹر کلنٹن ماضی میں دو ملکوں کے درمیان اس طرح کی کشیدگی دور کرنے میں اہم رول ادا کرچکے ہیں۔

ایک پرفریب، کھوکھلا قادیانی نعرہ

مولانا محمد انصار اللہ قاسمی

الفاظ اور جملے نعروں کا پیراہن پہنے کے بعد بہت ہی خوبصورت اور خوشنما نظر آتے ہیں، وہ انسانی نفسیات اور جذبات کو جلدی متاثر کرتے ہیں، ایک عام آدمی اور سیدھا سادا شخص ان نعروں کی حقیقت ومعقولیت کو سمجھنے اوران کی صداقت کو جانچنے کے بجائے ان نعروں سے مرعوب ہوجاتا ہے، جیسے انتخابات کے موقع سے سیاستدانوں کے نعرے ہوتے ہیں کہ ''غریبی ہٹاؤ، فلاں کا ہاتھ عام آدمی کے ساتھ فلاں کی سرکار گراؤ دیش بچاؤ'' اسی طرح تجارتی اداروں اور ملٹی نیشنل کمپنیوں کے نعرے ''کرلو دنیا مٹھی میں'' یا یہ ''اس سے اچھا اور سستا کہیں نہیں'' وغیرہ ان جیسے نعروں سے بھولے بھالے عوام کو بے وقوف بنا کر لوگ اپنا مقصد حاصل کرتے ہیں۔

ایسے خوش کن، دل ربا اور دلفریب نعرے صرف دنیاداری اور دنیا کے کاروبار کی حد تک محدود نہیں ہیں۔ متاع ایمان کے سوداگر بھی عقیدہ ومذہب کی خرید وفروخت میں ان خوشنما اور خوبصورت وجاذب نظر نعروں کا خوب استعمال کرتے ہیں تاکہ مذہبی معاملات اور معلومات میں کورے اور بھولے افراد کا استحصال کیا جاسکے، قادیانی گروہ اس کی واضح اور کھلی مثال ہے۔ اس گروہ کا خارج از اسلام ہونا ایک روشن حقیقت ہے، اس کے باوجود قادیانی فرقہ اپنی نام نہاد سرگرمیوں کو ''حقیقی اسلام'' کہتا ہے ''تخریب اسلام'' کی کوششوں کو ''تبلیغ اسلام'' کا نام دیتا ہے، قادیانی گروہ کا مشہور نعرہ ''محبت سب کے لئے نفرت کسی سے نہیں''۔ Love is for All, Hatred for no One

قادیانی نعرہ کی حقیقت کو سمجھنے کے لئے دو باتیں جاننا ضروری ہے، ایک اس نعرہ کی معقولیت اور دوسرے اس نعرہ کی سچائی وصداقت، یہ نعرہ عقل ودانشمندی کے خلاف ہے اور بالکل بے معنی وبے مطلب ہے، اس لئے کہ معاشرہ میں ہر طرح کے لوگ ہوتے ہیں، اچھے بھی اور برے بھی نیکوکار بھی، بدکار بھی، نیکی وشرافت کے مجسم بھی اور سراپا بدی وشرارت کے پیکر بھی، عادل اور رحم دل بھی ظالم وجابر اور سنگدل بھی۔

''محبت سب کے لئے نفرت کسی سے نہیں'' نعرہ کا معنی یہ ہوگا کہ ایسے تمام متضاد اور مخالف صفات کے حامل افراد کو ایک پلڑے میں رکھ دیا جائے۔ یہ نعرہ زبان کے چٹخارے کے لئے تو بہت بھلا اور اچھا ہے۔ لیکن عملی زندگی سے اس کا دور کا بھی تعلق نہیں، ایک شخص کو اپنی روزمرہ کی زندگی میں مختلف لوگوں سے واسطہ اور سابقہ پڑتا ہے۔ ان میں اس کا اچھا چاہنے والے بھی ہوتے ہیں اور برا چاہنے والے بھی، خیر خواہ بھی، دوست اور دشمن بھی۔ اب ان سب کے ساتھ رکھ رکھاؤ اور برتاؤ میں یکساں سلوک نہیں کیا جاسکتا، اس لئے ایسا کرنا گویا جگر گوشوں کے ساتھ سانپ کے بچوں کو بھی دودھ پلانا ہے، عقلمند اور اپنے نفع ونقصان سے باخبر انسان قریبی یار دوستوں سے دیرینہ محبت کی وجہ سے بے تکلف تو ہوسکتا ہے لیکن مارآستین ہم جولیوں سے بے تعلق اور بے خبر نہیں رہ سکتا۔ یہ ٹھیک ہے کہ گناہ سے نفرت ہو گنہگار سے نہیں، بیماری سے دوری ہو بیمار سے نہیں، لیکن جب کوئی فرد یا گروہ انسانیت کا لباس اُتار پھینکے اور حیوانیت وسفاکیت پر اُتر آئے، معصوم اور بے گناہ لوگوں کو زندہ جلادے، گلاب سے زیادہ خوبصورت اور پھول کی پنکھڑیوں سے زیادہ نفیس ونازک شیرخوار بچوں پر بم اور کروز میزائل برسائے، حاملہ عورتوں کا پیٹ چاک کرکے نوزائدہ بچوں کو ''ترشول'' پر لہرائے، تو یقیناً ایسے لوگ انتہائی نفرت اور حقارت کے قابل ہیں، ان درندہ صفت افراد سے نفرت وحقارت ہی میں دوسرے عام انسانوں کی حفاظت ہے اور یہ انسانیت سے محبت کا تقاضہ ہے۔ ''نفرت کسی سے نہیں'' کا مطلب یہ ہوگا کہ ان انسان نما بھیڑیوں سے بھی محبت رکھی جائے، کیا آج تک کسی عقلمند نے بھیڑیے اور بکری کی دوستی، سانپ اور نیولے کا یارانہ دیکھا ہے؟

البتہ قادیانی گروہ نے اپنے اس غیر معقول نعرہ کو ایک حد تک نبھایا ہے، اس معنی پر کہ جن لوگوں نے ان کو وجود بخشا ہے اوران کی بھرپور حمایت ونصرت کی ہے۔ وہ اگرچہ وقت کے سب سے بڑے ظالم وجابر حکمراں تھے لیکن قادیانیوں نے ''محبت سب کے لئے'' کا نعرہ لگا کر ان سے بے لوث محبت کا ثبوت دیا۔ غاصب اور ظالم انگریز حکمرانوں کے جبر وتشدد سے کون واقف نہیں؟ قادیانی گروہ نے انگریز حکمرانوں سے اپنی ''محبت'' کی وجہ سے ان کے ساتھ وفاداری اور نمک خواری کی پوری طرح باقی رکھا، قادیانی فرقہ کا پیشوا مرزا غلام احمد قادیانی ملکہ وکٹوریہ کے نام اپنے محبت بھرے دعائیہ عریضہ میں لکھا ہے:

''اب میں اس دعا پر ختم کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ ہماری محسنہ ملکہ معظمہ قیصرۂ ہند کو عمر دراز دے کر ہر ایک اقبال سے بہرہ ور کرے اور وہ تمام دعائیں جو میں نے اپنے رسالہ ستارۂ قیصریہ اور تحفۂ قیصرہ میں ملکہ موصوفہ کو دی ہیں قبول فرماوے اور میں اُمید رکھتا ہوں کہ گورنمنٹ محسنہ اس کے جواب سے مجھے مشرف فرماوے گی۔ والدعا'' (حضور گورنمنٹ عالیہ میں ایک عاجزانہ درخواست، عریضہ خاکسار غلام احمد از قادیان، مندرجہ تبلیغ رسالت، ۸/ ۱۶)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے جانی دشمنوں اور خون کے پیاسوں کو درگزر فرمایا، لیکن جن لوگوں نے آپ کی شان عالی مرتبت میں گستاخی وبے ادبی کی انہیں اپنی بے انتہا شان کریمی ورحیمی کے باوجود معاف نہیں فرمایا، فتح مکہ کے موقع پر نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم نے علی الاعلان تمام لوگوں کو پروانہ امن وامان عطاء فرمایا، لیکن چند مخصوص افراد کے بارے میں فرمادیا کہ اگر وہ کعبۃ اللہ کے پردوں میں بھی چھپے ہوئے یا اُس سے لپٹے ہوئے ہوں تب بھی انہیں قتل کردینا، اس کے علاوہ مدینہ منورہ میں کعب بن اشرف نامی ایک یہودی آپ کی شان میں ہجو آمیز اشعار کہتا تھا۔ یہ بدبخت بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منشاء کے مطابق قتل کردیا گیا، پس توہین رسالت ایک ناقابل معافی جرم ہے۔ ایسے دریدۂ دہن لوگوں سے جتنی بھی نفرت کی جائے کم ہے، لیکن قادیانی گروہ کے یہاں ''نفرت کسی سے نہیں'' غیر معمولی نعرہ کی بنیاد پر ایسے گستاخانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بھی محبت وہمدردی کے جذبات پائے جاتے ہیں۔ ہندوستان میں غاصب برطانوی اقتدار میں ''راج پال'' نامی ایک دریدۂ دہن اور بدنام زمانہ شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق انتہائی دل آزار کتاب شائع کی، عشق نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے سرشار باغیرت وباحمیت مسلمان ''غازی علم الدین'' نے اس بدبخت کا کام تمام کردیا۔ اس پر عدالت نے انہیں پھانسی کی سزا سنائی اور وہ شہید کردیے گئے۔ مسلمانوں نے ان پر عقیدت ومحبت کے پھول نچھاور کئے اور انہیں ''غازی اور شہید'' کا لقب دیا، غازی علم الدین شہید کے ساتھ عام مسلمانوں کی اس ہمدردی ومحبت کے برخلاف قادیانی فرقہ کا دوسرا سربراہ مرزا بشیر الدین محمود کہتا ہے۔

''انبیاء کی عزت کی حفاظت قانون شکنی کے ذریعہ نہیں ہوسکتی، وہ نبی بھی کیسا نبی ہے جس کی عزت کو بچانے کے لئے خون سے ہاتھ رنگنے پڑیں، جس کے بچانے کے لئے اپنا دین تباہ کرنا پڑے۔ یہ سمجھنا کہ محمد رسول اللہ کی عزت کے لئے قتل کرنا جائز ہے، سخت نادانی ہے۔ وہ لوگ جو قانون کو ہاتھ میں لیتے ہیں وہ بھی مجرم ہیں اور اپنی قوم کے دشمن ہے اور جو ان کی پیٹھ ٹھونکتا ہے وہ بھی قوم کا دشمن ہے میرے نزدیک اگر یہی شخص (راج پال کا) قاتل ہے جو گرفتار ہوا ہے تو اس کا سب سے بڑا خیر خواہ وہی ہوسکتا ہے جو اس کے پاس جائے اور اُسے سمجھائے کہ دنیاوی سزا تو اب تمہیں ملے گی ہی لیکن قبل اس کے کہ وہ تمہیں ملے تمہیں چاہئے خدا سے صلح کرلو اس کی خیر خواہی اسی میں ہے اُسے بتایا جائے کہ تم سے غلطی ہوئی۔'' (حوالہ اخبار ''الفضل'' قادیان، مورخہ ۱۹؍اپریل ۱۹۲۹ء)

دوسری بات یہ کہ قادیانی گروہ کے اس پرفریب اور کھوکھلے نعرہ میں سچائی وصداقت کہاں تک ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ اس نعرہ میں ذرہ برابر بھی سچائی نہیں ہے، اس کے ثبوت میں کئی چیزیں پیش کی جاسکتی ہیں۔ ایک یہ کہ مرزا غلام احمد قادیانی کی فحش گوئی، دشنام طرازی اور زبان درازی، اختلاف اور مخالفت کے وقت کسی بھی شخص کی محبت وشرافت کو پرکھا اور جانچا جاتا ہے۔ ''محبت سب کے لئے'' نعرہ تو قادیانی خوب لگاتے ہیں، لیکن مخالفین سے گفتگو اور خطاب کے وقت اس نعرہ کی سچائی کھل کر سامنے آتی ہے۔

دوسری بات یہ کہ قادیانی گروہ کے اس پرفریب اور کھوکھلے نعرہ میں سچائی وصداقت کہاں تک ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ اس نعرہ میں ذرہ برابر بھی سچائی نہیں ہے، اس کے ثبوت میں کئی چیزیں پیش کی جاسکتی ہیں۔ ایک یہ کہ مرزا غلام احمد قادیانی کی فحش گوئی، دشنام طرازی اور زبان درازی، اختلاف اور مخالفت کے وقت کسی بھی شخص کی محبت وشرافت کو پرکھا اور جانچا جاتا ہے۔ ''محبت سب کے لئے'' نعرہ تو قادیانی خوب لگاتے ہیں، لیکن مخالفین سے گفتگو اور خطاب کے وقت اس نعرہ کی سچائی کھل کر سامنے آتی ہے۔ ایک جگہ اختلاف کرنے والوں سے قادیانی فرقہ کی ''محبت'' کا انداز دیکھئے، مرزا قادیانی نے لکھا ہے:

''ان بے وقوفوں کو کوئی بھاگنے کی جگہ نہیں رہے گے (گی) اور نہایت صفائی سے ناک کٹ جائے گی اور ذلت کے سیاہ داغ ان کے منحوس چہروں کو بندروں اور سوروں کی طرح کردیں گے۔''

مرزا قادیانی نے اپنے جھوٹے دعوؤں کو سچا اور صحیح ثابت کرنے کے لئے کبھی کسی کی موت کی کبھی کسی کے قتل کی پیش گوئی کردی، اگر زلزلہ وطوفان آئے، قحط سالی اور وبائی امراض طاعون وغیرہ پھیل جائے تو یہ جھوٹا مدعی نبوت اُس کو اپنی صداقت وسچائی کا معیار ٹھہراتا ہے۔ آج بھی قادیانیوں کا یہی رویہ ہے کہ اگر کہیں کچھ نقصان ہوجائے یا مصیبت آئے تو وہ فوراً اُس پر اپنے ''حضرت'' کا الہام چسپاں کردیتے ہیں اور اُس کو مرزا قادیانی کی تکذیب کا نتیجہ قرار دیتے ہیں۔

(روحانی خزائن، ۱۱/ ۷ ۳۳)

ایک جگہ مرزا صاحب کے قلم سے ''گلاب کی پنکھڑیاں'' یوں جھڑتی ہیں:

''دشمن ہمارے بیابانوں کے خنزیر ہوگئے اوران کو (کی) عورتیں کتیوں سے بڑھ گئی ہیں۔'' (روحانی خزائن ۱۴/ ۲۵)

یہ قادیانی فرقہ کی ''محبت کی شبنم'' ہی تھی کہ مرزا صاحب نے اپنے مخالفین کو پوری طرح گن کر ایک ہزار لعنت کے الفاظ لکھے مثلاً لعنت ۱، لعنت ۲، لعنت ۳، اسی طرح سے لعنت ۱۰۰۰ تک شمار کی گئی (روحانی خزائن ۸/ ۱۵۸ تا ۱۶۲) دشمنی وعداوت کے جوش وجنون میں قادیانی فرقہ کے ''سلطان القلم'' یہ بھی سمجھ نہیں پائے کہ ''تم پر ایک ہزار مرتبہ لعنت'' کہنے سے بھی مقصد پورا ہوسکتا ہے۔

ایک دوسری جگہ مرزا صاحب نے خود اپنی جماعت کی ''باہمی محبت وتعلق'' کا نقشہ مخصوص محبت بھرے انداز میں یوں کھینچا ہے:

''اخی مکرم حضرت مولوی نورالدین صاحب سلمہٗ اللہ تعالیٰ (قادیانی فرقہ کا پہلا سربراہ) بارہا مجھ سے یہ تذکرہ کرچکے ہیں کہ ہماری جماعت کے اکثر لوگوں نے اب تک کوئی خاص اہلیت اور تہذیب اور پاک دلی اور پرہیزگاری اور للہی محبت باہمی پیدا نہیں کی، سو میں دیکھتا ہوں کہ مولوی صاحب موصوف کا یہ مقولہ بالکل صحیح ہے۔ مجھے معلوم ہوا کہ بعض حضرات جماعت میں داخل ہوکر اپنی جماعت کے غریبوں کو بھیڑوں کی طرح دیکھتے ہیں۔ وہ مارے تکبر کے سیدھے منہ سے السلام علیک نہیں کرسکتے چہ جائیکہ خوش خلقی اور ہمدردی سے پیش آویں اور انہیں سفلہ اور خود غرض اس قدر دیکھتا ہوں کہ وہ ادنیٰ خودغرضی کی بناء پر لڑتے اور ایک دوسرے سے بدامن ہوتے ہیں۔ یہ حالات ہیں جو اس مجمع میں مشاہدہ کرتا ہوں، تب دل کباب ہوتا اور جلتا ہے اور بے اختیار دل میں یہ خواہش پیدا ہوتی ہے کہ اگر درندوں میں رہوں تو ان بنی آدم سے اچھا ہے۔''

(روحانی خزائن ۶/ ۳۹۵-۳۹۶)

اس اقتباس میں بتائی گئی قادیانی گروہ کی خامیوں کو شاید قادیانی افراد، قلم کار انسانی کمزوری پر محمول کریں اور اس کی نظیر میں بعض بے عمل مسلمان بھائیوں کی کوتاہیوں اور بدعملیوں کو پیش کریں، لیکن یہاں ذکر قادیانیت کے اوّلین لوگوں کا ہے، جنہوں نے براہ راست مرزا صاحب سے تربیت پائی، جنہیں قادیانی لٹریچر میں نعوذ باللہ ''صحابی'' کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ پھر خود مرزا صاحب کی ناراضگی وخفگی کا انداز، کوئی شخص اپنی جماعت سے اُس کی خامیوں اور خرابیوں کی بدولت کتنا ہی ناراض اور نالاں کیوں نہ ہو وہ انہیں محبت اور درد بھرے انداز میں سمجھا کر ان خامیوں کو دور کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ نہ یہ کہ انہیں خودغرض، سفلہ کہہ کر بھیڑیوں اور درندوں کے مقابل ٹھہرا کر انہیں ذلیل ورسوا کرتا ہے۔ ہمارے خیال میں مرزا صاحب کو اپنے ''مریدین باصفا'' کے متعلق اتنی سخت کلامی کی ضرورت نہیں تھی، اس لئے کہ خود انہوں نے سوقیانہ اور تہذیب وشرافت سے گری ہوئی، اپنی مخالفانہ تحریروں کی روشنی میں اپنے ''بلند کردار'' اور ''اعلیٰ اخلاق'' کے نمونے مریدین کے سامنے پیش کئے ہیں، اب یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ درخت تو ہو بیری کا اور پھل لگیں آم وامرود کے!!

ایک جگہ قادیانی گروہ کے دوسرے سربراہ مرزا بشیر الدین محمود نے اپنی جماعت کے طلبہ کے بارے میں جو الفاظ وجملے کہے ہیں وہ ''مٹھاس وشیرینی'' کی نایاب مثال ہیں، یہ شخص کہتا ہے:

''مجھے نہایت افسوس سے معلوم ہوا کہ جامعہ احمدیہ میں جو طلباء تعلیم پاتے ہیں انہیں کنوؤں کے مینڈکوں کی طرح رکھا گیا ہے۔ جب کبھی میں نے ان سے اُمنگ پوچھی تو انہوں نے جواب دیا کہ ہم تبلیغ کریں گے اور جب سوال کیا کہ کس طرح تبلیغ کروگے تو یہ جواب دیا کہ جس طرح بھی ہوگا تبلیغ کریں گے، یہ الفاظ کہنے والوں کی محبت تو بتاتے ہیں مگر عقل تو نہیں بتاتے، جس طرح ہوگا تو سور کہا کرتا ہے، اگر سور کی زبان ہوتی اور اس سے پوچھا جاتا کہ تو کس طرح حملہ کرے گا، وہ یہی کہتا کہ جس طرح ہوگا کروں گا، پس سور کا یہ کام ہوتا ہے کہ وہ سیدھا چل پڑتا ہے، پس یہ سوروں والا حملہ ہے کہ سیدھے چلے گئے اور عواقب کا کوئی خیال نہ کیا۔'' (اخبار الفضل'' قادیان ۲۴/ ۵/ ۱۹۳۵ء)

دوسرے یہ کہ مسلمانوں کے ساتھ سماجی اور معاشرتی تعلقات قائم رکھنے یا کرنے میں قادیانی فرقہ کی جو تعلیمات ہیں ان سے ''محبت سب کے لئے نفرت کسی سے نہیں'' نعرہ کی صداقت وسچائی اور بہتر انداز میں واضح ہوتی ہے، مرزا بشیر الدین محمود مسلمانوں کے پیچھے نماز کی ممانعت کے تعلق کہتا ہیں۔

''حضرت مسیح موعود علیہ السلام (مرزا قادیانی) نے سختی سے تاکید فرمائی ہے کہ کسی احمدی (قادیانی) غیر احمدی (مسلمان) کے پیچھے نماز نہیں پڑھنی چاہئے، باہر سے لوگ اس کے متعلق بار بار پوچھتے ہیں میں کہتا ہوں تم جتنی دفعہ بھی پوچھو گے اتنی دفعہ ہی میں یہی جواب دوں گا کہ غیر احمدی (مسلمان) کے پیچھے نماز پڑھنی جائز نہیں، جائز نہیں، جائز نہیں۔'' (انوار خلافت ۸۹)

اسی طرح مسلمانوں کی نماز جنازہ پڑھنا بھی قادیانیوں کے لئے ممنوع ہے، اس کا ثبوت خود مرزا قادیانی نے اپنے عمل سے دیا ہے کہ انہوں نے اپنے بیٹے ''فضل احمد مرحوم'' کی نماز جنازہ نہیں پڑھی۔ اس لئے کہ فضل احمد نے اپنے باپ کی جھوٹی نبوت کو تسلیم نہیں کیا۔ (اخبار ''الفضل'' قادیان ۱۵؍دسمبر ۱۹۲۱ء) اس کے علاوہ پاکستان کے پہلے وزیر خارجہ ظفر اللہ خان قادیانی بانی پاکستان محمد علی جناح مرحوم کی نماز جنازہ میں محض اس وجہ سے شریک نہیں ہوئے کہ وہ انہیں اپنے عقیدے کے مطابق مسلمان نہیں سمجھتے تھے حتی کہ کسی ایسی جگہ جہاں قادیانیت کی تبلیغ نہیں پہنچی ہو وہاں کوئی مرجائے پھر اتفاق سے اُس وقت کوئی قادیانی وہاں پہنچے تو اس کے لئے کیا حکم ہے کہ آیا وہ نماز جنازہ میں شریک ہوگا یا نہیں؟ اس کا جواب قادیانی اخبار ''الفضل میں یوں دیا گیا:

''ہم تو ظاہر پر ہی نظر رکھتے ہیں، چونکہ وہ ایسی حالت میں مرا ہے کہ خدا تعالیٰ کے رسول اور نبی (مرزا قادیانی نعوذ باللہ) کی پہچان اُسے نصیب نہیں ہوئی۔ اس لئے ہم اُس کا جنازہ نہیں پڑھیں گے۔''

(۶؍مئی ۱۹۱۵ء)

اسی طرح قادیانیوں کے یہاں مسلمان کے لئے دعاء مغفرت کی بھی اجازت نہیں، اخبار ''الفضل قادیان'' میں سوال وجواب کے ذریعہ اس کی وضاحت یوں ہے:

سوال: ''کیا کسی شخص کی وفات پر جو سلسلہ احمدیہ (قادیانیت) میں داخل نہ ہو یہ کہنا جائز ہے کہ خدا مرحوم کو جنت نصیب کرے۔''

جواب: غیر احمدیوں (مسلمانوں) کا کفر بینات سے ثابت ہے اور کفار کے لئے دعا مغفرت جائز نہیں۔'' (۷؍فروری ۱۹۲۱ء)

مسلمانوں کے ساتھ شادی بیاہ کے تعلق سے قادیانیوں میں شدید نفرت پائی جاتی ہے، مرزا بشیر الدین محمود کہتے ہیں:

''حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کا حکم اور زبردست حکم ہے کہ کوئی احمدی (قادیانی) غیر احمد (مسلمان) کو اپنی لڑکی نہ دے، اس کی تعمیل کرنا بھی ہر ایک احمدی کا فرض ہے۔'' (برکات خلافت، ۷۵)

ہاں اگر کوئی قادیانی لڑکا، مسلمان لڑکی کو اپنے نکاح میں لینا چاہے تو اس کی اجازت ہے کیونکہ یہ بھی قادیانیت کی تبلیغ کا راستہ ہے، یہ وضاحت دوسری جگہ کی گئی کہ:

''غیر احمدی (مسلمان) کی لڑکی لے لینے میں حرج نہیں ہے، کیونکہ اہل کتاب عورتوں سے نکاح جائز، بلکہ اس میں فائدہ ہے کہ ایک اور انسان ہدایت (قادیانیت) پاتا ہے۔ اپنی لڑکی غیر احمدی کو نہ دینی چاہئے اگر ملے تو لے لو بے شک لینے میں حرج نہیں اور دینے میں گناہ ہے۔''

(الحکم: ۱۴؍اپریل ۱۹۲۰ء)

ان حوالوں کی روشنی میں مسلمانوں کے ساتھ معاشرتی تعلقات کے متعلق قادیانی فرقہ کی تعلیمات، اُس کے ''نعرہ محبت'' کے فریب اور دھوکہ دہی کو دو اور دوچار کی وضاحت کرتی ہیں۔

تیسرے یہ کہ ''محبت سب کے لئے نفرت کسی سے نہیں نعرہ کی سچائی کو سمجھنے کے لئے مرزا قادیانی کی جھوٹی پیش گوئیوں سے بھی بڑی آسانی اور سہولت ہوتی ہے، مرزا قادیانی نے اپنے جھوٹے دعوؤں کو سچا اور صحیح ثابت کرنے کے لئے کبھی کسی کی موت کی کبھی کسی کے قتل کی پیش گوئی کردی، اگر زلزلہ

باقی صفحہ ۵ پر

ولایت کا مفہوم

ڈاکٹر اسرار احمد

''سیدنا ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جو شخص میرے کسی ولی (دوست) سے عداوت رکھے، میرا اس سے اعلان جنگ ہے۔''

یاد رہے کہ اللہ سے ولایت کا رشتہ یکطرفہ نہیں، دوطرفہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اہل ایمان کا ولی ہے اور ایمان والے اللہ کے ولی ہیں۔ اللہ اہل ایمان سے محبت کرتا ہے اور مومنین اللہ سے محبت کرتے ہیں۔

اب سوال یہ ہے کہ اللہ کا ولی کون ہوتا ہے؟ ہمارے ہاں ولی کے بارے میں جو تصور عام ہے، وہ یہ ہے کہ ایسا شخص جس سے خرق عادت باتیں ظاہر ہوں، جس میں کرامات پائی جائیں، جو کچھ غیب کی خبریں بتادے اور اس کے ساتھ ساتھ جو شریعت کا پیرو ہو، وہ ولی ہے۔ لیکن ہمیں گہرائی میں جاکر معلوم کرنا ہے کہ ولی کون ہے؟

ولی کے مفہوم کو سمجھنے کے لئے تین آیات بہت اہم ہیں۔ ایک آیت سورۃ البقرہ کی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''جو لوگ ایمان لائے ہیں ان کا دوست اللہ ہے کہ ان کو اندھیرے سے نکال کر روشنی میں لے جاتا ہے۔'' (البقرہ: ۲۵۷)

اللہ تعالیٰ اہل ایمان کا ولی، دوست، ساتھی، مددگار، پشت پناہ ہے اور اللہ کی اس ولایت کا مظہر یہ ہے کہ وہ اہل ایمان کو کفر وشرک کی تاریکیوں سے نکال کر ہدایت کی روشنی کی طرف لاتا ہے۔ اللہ کا لوگوں کو روشنی اور نور کی طرف لانا تدریجی ہوتا ہے۔ اس کا آغاز اُسی وقت ہوجاتا ہے جب آدمی کلمۂ شہادت ادا کرتا ہے۔ بعدازاں اس میں ترقی ہوتی جاتی ہے۔ انسان کے سامنے بہت سے حجابات اور پردے ہوتے ہیں۔ مگر جب وہ انہیں چاک کرتا ہے تو اُس کے نور ایمان میں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ سورۃ التحریم میں فرمایا کہ روز قیامت اہل ایمان کا نور اُن کے آگے اور دائیں طرف، ہوگا، اور وہ اللہ سے یہ التجا کریں گے کہ ''اے پروردگار! ہمارا نور ہمارے لئے پورا کر اور ہمیں معاف فرما۔ بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے۔'' (آیت: ۸)

دو آیات سورۂ یونس کی ہیں، اور ان میں سے پہلی وعظوں، تقریروں اور عوامی جلسوں میں بکثرت پڑھی جاتی ہے۔ ان میں ولایت کا دوسرا رُخ آرہا ہے۔ فرمایا ''سن رکھو، جو اللہ کے دوست ہیں ان کو نہ کچھ خوف ہوگا اور نہ وہ غمناک ہوں گے (یعنی) وہ جو ایمان لائے اور پرہیزگار رہے۔''

ان آیات میں ''ولی'' کی تعریف کردی گئی۔ اس تعریف کی رو سے ولی وہ شخص ہوتا ہے جس میں دو چیزیں پائی جائیں۔ ایک یہ کہ وہ ایمان لائے، اور دوسرے یہ کہ تقویٰ کی روش اختیار کرے۔ ایمان کا پہلا قدم اقرار باللسان ہے۔ یعنی اپنی زبان سے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اقرار کرنا۔ دوسرا قدم تصدیق بالقلب ہے۔ یعنی دل میں یقین کا پیدا ہوجانا۔ اگر دل میں یقین نہیں تو پھر ایمان کی حلاوت نصیب نہیں ہوسکتی۔ سورۃ الحجرات میں عرب کے بدوؤں کے مطابق فرمایا گیا ''دیہاتی کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے۔ کہہ دو کہ تم ایمان نہیں لائے (بلکہ یوں) کہو کہ ہم اسلام لائے اور ایمان تو ہنوز تمہارے دلوں میں داخل ہی نہیں ہوا۔ اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری کرو گے تو اللہ تمہارے اعمال میں سے کچھ کم نہیں کرے گا۔ بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔'' (آیت ۱۴) ایمان کا تیسرا مرحلہ ایمان کی گہرائی اور "Intensity" ہے۔ آدمی کا یقین اتنا پختہ ہوجائے کہ گویا اللہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہو یا کم ازکم یہ صورت تو ہو کہ میں اللہ کی نگاہ میں ہوں، وہ مجھے دیکھ رہا ہے۔ میرا ہر ہر عمل، ہر ہر فعل اس کی نظر میں ہے۔ اسی کا نام احسان ہے۔

ایمان کی طرح تقویٰ کے بھی تین مراحل یا مدارج ہیں۔ ابتدائی، اونچا اور بلند ترین، اس کا ذکر سورۃ المائدہ کی آیت ۹۳ میں آیا ہے۔ اس آیت میں اس تشویش کا ازالہ کیا گیا ہے جو اس سے قبل کی حرمت شراب کے متعلق نازل ہونے والی آیات کے بعد لوگوں کے ذہنوں میں پیدا ہوگئی تھی۔ ان آیات میں شراب کو ''رجس من عمل الشیطان'' قرار دیا گیا۔ لہٰذا بعض لوگوں کو فکر لاحق ہوئی کہ ہم عرصہ دراز سے شراب پیتے چلے آرہے ہیں، اب ہمارا کیا ہوگا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا: ''جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کرتے رہے ان پر ان چیزوں کا کچھ گناہ نہیں جو وہ کھا چکے جب کہ انہوں نے پرہیز کیا اور ایمان لائے اور نیک کام کئے۔ پھر پرہیز کیا اور ایمان لائے۔ پھر پرہیز کیا اور نیکوکاری کی اور اللہ نیکوکاروں کو دوست رکھتا ہے۔''

ایمان اگر حقیقی ہو، تو لازماً برگ وبار لاتا ہے۔ اس کے ثمرات مختلف صورتوں میں ظاہر ہوتے ہیں۔ یہ ثمرات ایمان دو طرح کے ہیں، خارجی اور داخلی۔ ایمان کے خارجی ثمرات میں پہلی شے اطاعت ہے۔ اگر ایمان ہے، تو اطاعت ضرور ہوگی۔ جب اللہ کو رب مانا ہے تو لامحالہ اُس کی اطاعت کرنا ہے۔ دوسرا ثمرہ جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ جہاد میں بنیادی طور پر دو چیزیں شامل ہیں۔ ایک دعوت الی اللہ ہے اور دوسرے نظام باطل کے خلاف جدوجہد اور اس میں اپنا تن من دھن لگادینا ہے۔ ایمان کے یہ خارجی ثمرات ایسے ہیں، جو دوسروں کو بھی نظر آتے ہیں۔ ایمان کے باطنی ثمرات کا معاملہ اس کے برعکس ہے۔ باطنی ثمرات میں پہلی شے تسلیم ورضا ہے۔ تسلیم ورضا کا مطلب یہ ہے کہ آدمی اللہ کے فیصلوں پر راضی رہے۔ اس پر جو بھی حالات آئیں۔ اُسے جو بھی مصیبت پہنچے، اس پر صبر کرے۔ اللہ سے کوئی شکوہ شکایت نہ کرے۔

ایمان کا دوسرا باطنی ثمرہ تفویض الامر ہے۔ آدمی اپنے معاملات کو اللہ کے حوالے کردے۔ اس لئے کہ اللہ ہی ہر چیز کو بہتر جاننے والا ہے۔ وہ جو بھی فیصلہ کرے گا، اس میں خیر اور بھلائی ہوگی۔ جب کہ انسان کا معاملہ یہ ہے کہ بسااوقات وہ جس چیز کو اپنے لئے خیر سمجھتا ہے اس میں شر کا پہلو ہوتا ہے اور جسے برا خیال کرتا ہے اور ناگوار محسوس کرتا ہے، اس میں اُس کے لئے خیر ہوتی ہے۔ جیسا کہ سورۃ البقرہ میں فرمایا گیا کہ ''عجب نہیں کہ ایک چیز تم کو بری لگے اور وہ تمہارے حق میں بھلی ہو اور عجب نہیں کہ ایک چیز تم کو بھلی لگے اور وہ تمہارے لئے مضر ہو۔ اور (ان باتوں کو) اللہ ہی بہتر جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔'' (آیت ۲۱۶)

ایمان کا تیسرا باطنی ثمرہ توکل علی اللہ ہے۔ چاہئے کہ آدمی کا اعتماد، توکل اور بھروسہ صرف اللہ کی ذات پر۔ جو مسبب الاسباب ہے۔ اپنی صلاحیت، طاقت اور ذہانت پر نہ ہو۔ اگرچہ اس کا یہ مطلب نہیں کہ مادی اسباب اختیار نہ کئے جائیں، نہیں بلکہ اسباب کی تلاش بھی ضروری ہے۔ اگر آدمی بیمار ہے تو چاہئے کہ علاج اور دوا دارو کرے، ڈاکٹر سے رجوع کرے لیکن اس کا یقین یہ ہو کہ شفا دوا میں نہیں، اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ اللہ چاہے گا تو شفا ہوگی، نہ چاہے گا تو تمام دوائیں بے سود ہوں گی۔ اگر آپ کوئی کام کرنے چاہتے ہیں تو تمام اسباب موجود ہیں، لیکن اگر اللہ کی رضا نہیں تو وہ کام نہیں ہوگا۔

کہنے کا مطلب یہ ہے کہ کوئی کام اسباب کے فراہم کرنے سے نہیں ہوگا، بلکہ اللہ کے چاہنے سے ہوگا۔ مومنوں کا اصل بھروسہ اور اعتماد اللہ پر ہونا چاہئے نہ کہ اسباب پر۔ آدمی جب بھی کسی کام کا ارادہ کرے تو ان شاء اللہ کہے یعنی اگر اللہ نے چاہا تو یہ کام ہو گا۔ اس ضمن میں سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں ایک واقعہ آتا ہے۔ یہودیوں کے سکھانے پر اہل مکہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے تین سوال پوچھے۔ آپؐ نے فرمایا کہ میں کہ میں ان کے جواب کل دوں گا۔ آپؐ نے خیال فرمایا ہوگا کہ جبرائیل امین روزانہ آتے ہیں، اُن سے پوچھ کر بتاؤں گا۔ آپؐ ان شاء اللہ نہ کہہ سکے۔ اب یہ ہوا کہ جبرائیل امین نہ آئے۔ چنانچہ دعوت حق کے مخالفین پروپیگنڈا کرنے لگے۔ جب تین دن کے بعد جبرائیل علیہ السلام وحی لے کر آئے، تو ساتھ ہی یہ آیات بھی لائے کہ ''اور کسی کام کی نسبت نہ کہنا کہ میں اسے کل کردوں گا مگر (انشاء اللہ کہہ کر یعنی) خدا چاہے تو (کردوں گا)''

(الکہف: ۲۳)

ایمان کا ایک اور باطنی ثمر ہر چیز سے بڑھ کر اللہ، اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور جہاد سے محبت ہے۔ یہ محبت ایمان کو ناپنے کا آلہ ہے۔ سورۃ التوبہ میں فرمایا ''کہہ دو اگر تمہارے باپ اور بیٹے اور بھائی اور عورتوں اور خاندان کے آدمی اور مال جو تم کماتے ہو

باقی صفحہ ۷ پر

مغربی ایشیا میں قیام امن پیچھے اور جنگ آگے

بش انتظامیہ نے جس وقت کا تعین اسرائیل اور فلسطین کے درمیان امن معاہدے کے لئے کیا تھا، اس وقت اسرائیل جارحیت کا مظاہرہ کرکے حالات دھماکہ خیز بنا رہا ہے

صیہونی حکومت نے ایک بار پھر اپنی بربریت، جارحیت اور دہشت گردی کا مظاہرہ کرتے ہوئے مظلوم فلسطینیوں کو نشانہ بنایا۔ ۲۷ردسمبر کو اسرائیل نے غزہ میں حماس حکومت کے پولیس کمپاؤنڈز سمیت تیس مقامات پر میزائل حملے کرکے ۲۳۵ سے زیادہ فلسطینیوں کو ہلاک اور چارسو سے زیادہ کو زخمی کردیا۔ مہلوکین میں حماس پولیس کے سربراہ توفیق جابر اور حماس پولیس کے ترجمان اسلام صہوان بھی شامل ہیں۔ بتایا جاتا ہے کہ اسرائیل کی طرف سے قتل عام کی اس کارروائی میں تیس سے زیادہ سیکورٹی کمپاؤنڈز تباہ ہوگئے اور متعدد عمارتیں ملبے کے ڈھیر میں تبدیل ہوگئی ہیں۔ غزہ کی بندرگاہ اور حماس کی تنصیبات تو بری طرح تباہ ہوگئی ہیں۔

واضح رہے کہ چھ ماہ قبل مصری ثالثی میں اسرائیل اور حماس کے درمیان جنگ بندی کا جو معاہدہ ہوا تھا وہ ۱۹ردسمبر کو ختم ہوگیا تھا۔ جنگ بندی کی مدت ختم ہونے کے فوراً بعد کشیدگی کا ایسا ماحول بن گیا کہ دونوں طرف سے ایک دوسرے کے خلاف کارروائی شروع ہوگئی۔ اسرائیل کھلے عام حملے کی دھمکیاں دینے لگا۔ بین الاقوامی برادری نے اس پر کوئی توجہ نہیں دی کہ صورتحال بگڑ رہی ہے۔ اب جبکہ صورتحال دھماکہ خیز ہوگئی ہے اور دونوں طرف سے کارروائی اور جوابی کارروائی کے ارادے ظاہر کئے جارہے ہیں۔ روس، یورپی یونین، ہندوستان، امریکہ اور فلسطینی صدر محمود عباس نے امن کی اپیل کی ہے۔ امریکہ نے تو یہ بھی کہا ہے کہ اسرائیل کو شہریوں کو نقصان پہنچانے سے بچنا چاہئے۔ جبکہ او آئی سی نے اسے جنگی جرائم سے تعبیر کیا ہے۔

مذکورہ بڑی کارروائی اسرائیلی وزیر اعظم ایہود اولمرٹ کی سیکورٹی کابینہ کی طرف سے منظوری کے بعد کی گئی اور اسے فریب اور دھوکہ ہی کہا جائے گا کہ یہ کارروائی اس وقت کی گئی جب اس سے محض ایک دن قبل اسرائیل نے غزہ پٹی کے ساتھ بارڈر کراسنگ کھول دی جس کی وجہ سے انسانی امداد غزہ میں پہنچنے لگی تھی۔ غزہ کی سرحد کھولنے کی وجہ سے اسرائیلی وزیر دفاع ایہود بارک نے کہا تھا کہ انھوں نے بین الاقوامی برادری کی متعدد درخواستوں پر انسان دوستی کی بنیاد پر آنے والی لازمی اشیاء کے لئے کراسنگ کھولی ہے۔ ورنہ جہاں تک دھمکیوں کا تعلق ہے غزہ کی سرحد کھولنے سے ایک دن قبل ہی اسرائیلی وزیر اعظم نے یہ وارننگ دی تھی کہ حماس یا تو راکٹ بازی بند کرے یا بھاری قیمت چکانے کو تیار رہے۔ اس سے قبل حماس اور اسرائیل کے درمیان جنگ بندی کی مدت ختم ہونے کے بعد کابینہ کے اجلاس میں جب صورتحال پر غور وخوض کیا گیا تو اجلاس کے بعد مسٹر ایہود اولمرٹ نے کہا تھا کہ گو ان کی حکومت جنگ میں جلدی نہیں کرے گی لیکن جنگ سے بھاگے گی بھی نہیں۔

دراصل اسرائیل میں پارلیمانی الیکشن ہونے والا ہے۔ جس میں غزہ کی حماس حکومت ایک اہم ایشو بنی ہوئی ہے۔ اسی کے خاتمے کے نام پر سیاسی پارٹیاں عوام سے ووٹ مانگ رہی ہیں۔ وزارت عظمیٰ کے دو بڑے امیدواروں قدیمہ پارٹی کی زپی لیونی جو اس وقت اسرائیل کی وزیر خارجہ بھی ہیں اور ان کے سب سے بڑے حریف دائیں بازو کی لیکوڈ پارٹی کے سربراہ بنجامن نیتن یاہو دونوں نے ہی اس عزم کا اظہار کیا ہے کہ اگر فروری میں وہ اقتدار میں آئے تو حماس حکومت کا تختہ پلٹ دیں گے۔ لیکن اس سے قبل ہی موجودہ حکومت نے غزہ پر حملہ کرکے جنگ کا ماحول بھی بنادیا اور اگلی حکومت کی پالیسی بھی طے کردی کیونکہ ایک بار حملہ شروع ہوگیا تو اب جوابی کارروائی کا سلسلہ شروع ہوجائے گا۔ اسرائیل کے فوجی ترجمان ابی بنایا ہونے کہا ہے کہ یہ تو ابھی آغاز ہے ابھی ہم آگے بھی حالات کے مطابق کارروائی کرتے رہیں گے۔ ادھر حماس نے بھی کہا ہے کہ اسرائیل کے حملے کا جواب دیا جائے گا۔

اسرائیل کی مذکورہ کارروائی سے نہ صرف خطہ کے حالات بگڑ گئے ہیں بلکہ ساحلی علاقوں میں بھگدڑ کا خطرہ پیدا ہوگیا ہے۔ امدادی گروپوں کا کہنا ہے کہ اسرائیلی آپریشن سے انسانی بحران بڑھے گا اور ساحلی علاقوں کے ان ۱۰۵ ملین فلسطینیوں کی پریشانی بڑھ جائے گی جن میں سے آدھے سے زیادہ صرف باہری امداد پر منحصر ہیں۔ اگرچہ اسرائیل نے غزہ کی سرحد کھول دی لیکن دوسرے ہی دن غزہ پر حملے کرکے سرحد کو بند کرنے کا خود ہی سامان بھی فراہم کردیا اور وہ کسی بھی وقت بند بھی ہوسکتی ہے۔ جب سے غزہ میں حماس کی حکومت قائم ہوئی ہے اسرائیل اس کی سرحدوں کو سیل کرکے مسلسل وہاں کے لوگوں پر مظالم ڈھا رہا ہے۔ اس سے بھی جب اسے تسکین نہیں ہوتی تو نہتے اور معصوم فلسطینیوں کے خون سے اپنے ہاتھ رنگتا رہتا ہے۔ جنگ بندی بھی اس لئے ختم ہوئی کیونکہ اسرائیل حماس کی شرطوں کو خاطر میں نہیں لارہا تھا۔ وہ نہ تو سرحدوں کو کھولتا تھا اور نہ ہی رکاوٹوں کو دور کرتا تھا۔ خود ساختہ پابندیوں میں بھی نرمی نہیں کرتا تھا اور جب چاہتا تھا کسی نہ کسی بہانے غزہ کے لوگوں کو نشانہ بناتا تھا۔ انسانی بنیاد پر پہنچنے والی امداد تک کو روک دیتا تھا اور اس سلسلے میں اقوام متحدہ کی اپیل تک کو نظر انداز کردیتا تھا۔

مغربی ایشیا میں یہ حالات اس وقت ہیں جب وہاں امن معاہدہ کی باتیں کی جارہی ہیں، ابھی ۱۷ردسمبر کو ہی اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل نے گزشتہ پانچ برسوں میں پہلی بار فلسطینیوں کے بارے میں ایک قرارداد منظور کی تھی جس میں کہا گیا تھا کہ اسرائیل اور فلسطینیوں کے درمیان امریکی حمایت یافتہ امن کا عمل ناقابل واپسی ہے۔ جبکہ یہ معاہدہ امریکی صدر جارج ڈبلیو بش کے دور حکومت میں ہوجانا چاہئے تھا۔

اناپولس کانفرنس میں بھی یہی یقین دہانی کرائی گئی تھی لیکن تین ہفتے بعد صدر جارج ڈبلیو بش کی حکومت ختم ہوجائے گی اور ابھی تک فلسطین اور اسرائیل کے درمیان باقاعدہ مذاکرات بھی شروع نہیں ہوئے ہیں۔ اب تو جنگ کی باتیں کی جارہی ہیں قیام امن تو پس پشت چلا گیا۔ سوال یہ ہے کہ آخر یہ کیسا قیام امن ہے، جس کا اطلاق پورے فلسطین پر نہیں ہوتا۔ آزاد فلسطینی علاقہ کو چھوڑ کر مقبوضہ فلسطینی مغربی کنارے کے علاقوں میں امن معاہدے سے پورے فلسطین بلکہ خطہ میں امن قائم ہوجائے گا۔

••

انصاف نہ ملنے پر ہائیکورٹ سے جج کا استعفیٰ!

بمبئی ہائی کورٹ کے جج، جسٹس آشوتوش اروند کمبھا کونی نے خود کو انصاف نہ ملنے پر جسٹس کی کرسی چھوڑنے کا فیصلہ کرلیا۔ جس سے ملک کے کورٹ سسٹم میں یہ سوالیہ نشان بہت سنگین حیثیت اختیار کر گیا ہے کہ اگر ججوں کو بھی عدل وانصاف کے حصول میں اس قدر شکایت ہوسکتی ہے کہ وہ مایوس ہوکر کورٹ سے استعفیٰ دینے پر مجبور ہوجائیں تو عام لوگوں کا کیا حال ہوگا؟ اور خود یہ سوال، جو ذمہ دار [illegible] کے فرائض انجام دینے والوں سے اس امر پر غور وفکر کا تقاضا کرتا ہے کہ جب انصاف نہ ملنے پر ہائی کورٹ کے ایک جسٹس کے دل ودماغ پر اتنا زبردست اثر ہوسکتا ہے کہ وہ مایوس ہوکر اس اعلیٰ عہدے سے استعفیٰ دے دیں تو ان کے یہاں زیر سماعت مقدمات سے متعلق افراد کے دل ودماغ پر کیا اثرات ہوں گے کہ ان کے اوپر پورے ملک کے نظام کی ذمہ داری ہوتی ہے۔ کورٹ آرڈرس کے لحاظ سے انہیں انتظامیہ، مقننہ اور حکومت پر بھی بالادستی حاصل ہوتی ہے کہ ان کو جس قدر حقوق واختیارات حاصل ہیں اتنی ہی زیادہ ان پر ذمہ داریاں بھی عائد ہوتی ہیں اور ان ذمہ داریوں کی ادائیگی میں تاخیر، ڈھیل اور غفلت کے اتنے ہی زیادہ برے نتائج بھی لوگوں پر پڑتے ہیں۔

جسٹس آشوتوش اروند کمبھا کونی کو ۱۶ر اپریل ۲۰۰۸ء کو ہائی کورٹ کا جسٹس مقرر کیا گیا تھا۔ [illegible] سے انھوں نے صدر جمہوریہ پرتبھا پاٹل کو اپنی مطلوبہ سینئرٹی حاصل کرنے کے لئے کئی بار درخواستیں بھیجیں لیکن انہیں اپنے مقصد میں کامیابی نہیں ملی۔ آخر انھوں نے ۳ر نومبر کو صدر جمہوریہ کے نام اپنا استعفیٰ اس طرح اپنی جھنجھلاہٹ کا اظہار کرتے ہوئے بھیج دیا: "میں اس امر کو دہراتا ہوں کہ کسی بھی شخص کے لئے یہ بہت ہی توہین آمیز بات ہے جو ذرا بھی عزت نفس اور خودداری رکھتا ہو کہ وہ ان حالات میں عدل وانصاف کی فراہمی جیسا اہم فریضہ ادا کرنے کے لئے مزید کام کرتا رہے"۔ وہ اپنے موقف پر اس قدر شدت سے قائم ہوگئے کہ انھوں نے اپنے سات ماہ کی تنخواہ وصول کرنے سے بھی انکار کردیا۔ اب وہ پھر سے بطور ایڈوکیٹ پریکٹس کرنا چاہتے ہیں۔

آشوتوش اروند کمبھا کونی جج مقرر کئے جانے سے [illegible] جنرل تھے، اپنے تقرر سے ایک ماہ بعد انھوں نے صدر جمہوریہ کو پہلا خط لکھتے ہوئے درخواست کی کہ ان کے ساتھ لوور جوڈیشری کے چھ دیگر ججوں سے جونیئر والا سلوک نہ کیا جائے جنہیں ان کے ساتھ ہی ایک ہی دن ترقی دے کر ممبئی ہائی کورٹ کے ججوں کے طور پر حلف دلایا گیا۔ انھوں نے لکھا کہ تمام ہائی کورٹوں میں روایت یہ ہے کہ جن وکلاء کا جج کی حیثیت سے تقرر کیا جاتا ہے اگر انہیں ایک ہی دن ایک ساتھ حلف دلایا جاتا ہے تو لوور کورٹس سے آنے والے ججوں پر انہیں سینئر تصور کیا جاتا ہے۔

سابق چیف جسٹس آف انڈیا وی این کھرے نے کہا ہے کہ کمبھا کونی کا دعویٰ بالکل درست ہے اگر ججوں کی فہرست ایک ساتھ جاتی ہے تو ایڈوکیٹ ججوں کو ڈسٹرکٹ جج سے ترقی پاکر آنے والوں کے اوپر سینئر قرار دیا جاتا ہے۔ آفس میں ایک افسر نے کہا ہے کہ اس طرح کے مواقع پر نمائندگی کے لئے تفصیلات سے متعلق وزارت کو جواب کے لئے بھیج دی جاتی ہیں لیکن یہ پوچھے جانے پر کہ کیا صدر جمہوریہ کا آفس مرکزی وزارت قانون سے اس بارے میں وضاحت طلب کرے گا کہ کمبھا کونی کے بارے میں سینئرٹی کے مسئلہ کو نظر انداز کیوں کیا گیا؟ افسر نے کہا کہ آفس ہر سوال کا جواب دینے کا پابند نہیں ہے۔

کمبھا کونی جج کی حیثیت سے کام کریں یا ایڈوکیٹ کی حیثیت سے، معاملہ جج صاحبان کا ہو یا وکلاء کا ان سب سے یہ درخواست ضرور کی جاسکتی ہے کہ موجودہ کورٹ سسٹم میں جس طرح لوگوں کو چکر کاٹنے پڑتے ہیں اور وہ مستقل اذیت وتعذیب کے مراحل سے گزرتے ہیں۔ ملزم ہی نہیں مستغیث اور مدعی بھی جن مسائل سے دوچار ہوتے ہیں ان سب کی بھی اپنی عزت نفس ہوتی ہے۔ ان کی خودداری کا بھی لحاظ رکھا جانا ضروری ہے۔ جس طرح مختلف طریقوں سے معاملات کو لٹکایا جاتا ہے اور مقدمات کے کورٹوں میں انبار لگے

ایک پہلو یہ بھی ہے کہ ججوں کی تعداد ضرورت کے مطابق کافی نہیں ہے۔ ساتھ ہی معمولی معمولی باتوں پر وقت ضائع کرنا، تاریخ پر تاریخ دیتے اور لیتے رہنا۔ معاملات کو لمبا کھینچنا انصاف کے حصول کو مشکل بلکہ ناممکن بنائے ہوئے ہے کیونکہ انصاف کی فراہمی میں تاخیر کا مطلب عدل وانصاف سے انکار قرار دیا جاتا ہے۔ پھر داؤ پیچ اور انتقامی کارروائیاں لوگوں کی توانائیوں کو زنگ آلود کرنے اور غلط رخ پر ڈالنے کا سبب بن رہی ہیں۔

••

۴ برسوں میں ۶۰ جنگجوؤں کی رہائی

نئی دہلی۔ ممبئی حملوں کے بعد جنھوں نے پوری دنیا کی توجہ اپنی طرف مبذول کرائی ایک اور شدت پسندانہ کارروائی کی سازش کا معاملہ سامنے آیا ہے۔ ریاست جموں وکشمیر کی پولس کے مطابق یہ کارروائی جموں میں کی جانے والی تھی جسے ناکام بنادیا گیا ہے۔ اس سلسلے میں تین لوگوں کی گرفتاری بھی عمل میں آئی ہے۔ ان کے بارے میں پولیس کا کہنا ہے کہ یہ پاکستانی ہیں اور ان کا تعلق جیش محمد سے ہے۔ غلام فرید، محمد عبداللہ اور محمد عمران نامی ان جنگجوؤں کو ممبئی جیسے حملوں کو انجام دینے کے لئے پاکستان میں تربیت دی گئی تھی۔

جموں وکشمیر کے پولیس ڈائریکٹر کلدیپ کھوڑا کے مطابق یہ تینوں جنگجو کراچی سے ڈھاکہ اور کلکتہ ہوتے ہوئے ۲۰ردسمبر کو جموں پہنچے تھے۔ پولیس کے مطابق ان جنگجوؤں نے اپنے دیگر چار ساتھیوں کی موجودگی کی بات تسلیم کی ہے جنہیں تلاش کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ پولیس کا کہنا ہے کہ یہ جنگجو اپنے ایک ساتھی کے وقت پر نہ پہنچنے کی وجہ سے اپنے منصوبے کو انجام نہیں دے سکے۔ پولیس کا کہنا ہے کہ ان ساٹھ پاکستانی جنگجوؤں میں جنہیں گزشتہ چار برسوں کے دوران ناکافی شواہد یا سزا کی تکمیل کے بعد ریاست کی مختلف جیلوں سے رہا کیا گیا ان تینوں کے نام بھی شامل ہیں۔

ایک رپورٹ کے مطابق پولیس کا کہنا ہے کہ ان تینوں جنگجوؤں کو ان کی رہائی کے بعد پاکستان کے حوالے کیا گیا تھا۔ رہا ہونے والے زیادہ تر جنگجو جموں سے بارہ کلو میٹر دور کوٹ بھلوال میں واقع جیل میں قید تھے۔ اظہر مسعود کو بھی اسی جیل میں رکھا گیا تھا۔ اظہر مسعود کو ۱۹۹۹ء میں اغوا کرکے قندھار لے جائے گئے ہوائی جہاز کے عوض میں رہا کیا گیا تھا۔ ۱۶رجنوری کو نصیر احمد عرف سندھو اور ظفر علی عرف عبدالرشید کو رہا کیا گیا جبکہ ۱۴ر نومبر کو آٹھ جنگجو (ضیاء الحق، فہد اللہ شیخ، قاسم محمود، ماجد خان، خورشید احمد مغل، محمد اشرف، فیصل عباسی اور محمد فاروق مغل) رہا کئے گئے۔

قابل غور بات یہ ہے کہ حقوق انسانی کی متعدد تنظیمیں اور ادارے اپنی رپورٹوں میں برابر اس بات کا اعتراف کرتے رہے ہیں کہ وادی میں قانون کی حکمرانی کے نام پر انسانی حقوق کی پامالی اور قانون شکنی کے واقعات بڑی تعداد میں ہوتے رہے ہیں۔ وادی میں بے قصور نوجوانوں کی گرفتاری کی بات بھی وقتاً فوقتاً اٹھتی رہتی ہے۔ گرفتاری کے وقت ان نوجوانوں کے تعلق سے پولیس کی طرف سے بڑے بڑے دعوے بھی کئے جاتے ہیں لیکن حقیقت اس وقت سامنے آتی ہے جب معاملہ عدالت میں پہنچتا ہے۔

عدالت میں پولیس کی طرف سے نوجوانوں کی گرفتاری کے تعلق سے بیان کی گئی بیشتر کہانیاں غلط ثابت ہوتی ہیں۔ وادی کے علاوہ ملک کے دیگر خطوں میں بھی پولیس کی طرف سے بیان کی جانے والی بیشتر کہانیوں کا یہی حال ہوتا ہے۔ اس کی اہم وجہ پولیس کا سیاسی استعمال اور حصول اقتدار کے لئے سیاست میں در آئی مفاد پرستی ہے جو کسی بھی مسئلے کو حل کرنے کے بجائے اسے طول دینا زیادہ ضروری سمجھتی ہے جس پر سنجیدگی سے غور کرنے کی ضرورت ہے۔ قانون کی حکمرانی کو یقینی بنانا یقیناً ملک کے لئے ایک ناگزیر ضرورت ہے لیکن اسی کے ساتھ اس بات کو بھی یقینی بنانا حکومت کی اولین ذمہ داری ہوتی ہے کہ اس عمل میں ذاتی مفادات کی خاطر انتظامیہ کی طرف سے بے قصوروں کو نشانہ نہ بنایا جائے۔

اردو کی بقا کیلئے ۵۸ مقدمات

الٰہ آباد۔ اردو ڈیولپمنٹ آرگنائزیشن نے کہا ہے کہ اردو کو اس کا قانونی اور آئینی حق دلانے کے لئے تنظیم کی کوششوں کے مثبت نتائج سامنے آنے لگے ہیں۔ تنظیم کی قومی مجلس عاملہ کی میٹنگ میں سالانہ رپورٹ پیش کرتے ہوئے قومی صدر محمد اختر چوڑی والا نے بتایا کہ اردو زبان کی بقا وفروغ کے لئے آج تک ہائی کورٹ میں کل ۴۳ اور سپریم کورٹ میں پانچ مقدمات زیر سماعت ہیں۔ اس کے ساتھ ہی مرکزی وریاستی اطلاعات کمیشن میں دس مقدمے دائر کئے گئے ہیں۔

مسجد نبوی میں توسیع اگلے ماہ سے

مدینہ منورہ۔ یہاں مسجد نبویؐ میں توسیع کا کام اگلے ماہ کے وسط سے شروع ہوگا جس کے بعد اس مسجد میں مزید پانچ لاکھ افراد کے لئے نماز پڑھنے کی گنجائش پیدا ہوجائے گی۔ روزنامہ الشرق الاوسط نے مدینہ کے میئر عبدالعزیز الحسین کے حوالے سے بتایا ہے کہ ۱۹۸۶ء میں مرحوم شاہ فہد کے ذریعے مسجد نبویؐ میں پہلی مرتبہ توسیع کے بعد یہ دوسرا موقع ہے جب اتنے بڑے پیمانے پر توسیع کی جارہی ہے۔ پچھلی مرتبہ توسیع کے بعد دس لاکھ نمازیوں کے لئے گنجائش نکل آئی تھی۔ مسجد کی سابقہ توسیع کے دوران اس کے صحن کو مغربی حصے کی طرف مناخہ اسٹریٹ تک، مشرقی حصے کو ابوذر اسٹریٹ تک اور شمالی حصے کو سکی اسٹریٹ تک توسیع کی گئی تھی جس کے بعد مسجد کے اندر ۲۷۰۰۰۰ نمازیوں اور مسجد کے صحن میں ۳۰۰۰۰۰ نمازیوں کے لئے گنجائش پیدا ہوگئی ہے۔

خادم الحرمین شریفین نے تین سال قبل مسجد حرام اور مسجد نبوی کی توسیع کے سلسلے میں کئی پروجیکٹوں کو منظوری دی تھی۔ مسجد نبوی کی مجوزہ توسیع پر ۴.۷ بلین سعودی ریال خرچ کئے جائیں گے۔ توسیع کے تحت کاروں اور بسوں کی پارکنگ کے لئے جگہوں کے علاوہ بیت الخلاء اور دیگر ضروریات کے لئے جگہیں بھی تعمیر کی جائیں گی۔

تہذیبوں کے درمیان تصادم کا نظریہ پیش کرنیوالے پروفیسر ہنٹنگٹن کا انتقال

نیویارک۔ تہذیبوں کے درمیان تصادم کا نظریہ پیش کرنے والے ہارورڈ یونیورسٹی میں پروفیسر سیموئل پی ہنٹنگٹن کا گزشتہ ۲۴ر دسمبر ۲۰۰۸ء کو مساچوسٹس کے مارتھا وائن یارڈ میں انتقال ہوگیا۔ وہ ۸۱ برس کے تھے۔ وہ ہارورڈ یونیورسٹی سے ۵۸ سال تک منسلک رہنے کے بعد گزشتہ برس یعنی ۲۰۰۷ء میں درس وتدریس کے فرائض سے باضابطہ طور پر سبکدوش ہوئے تھے۔

یوں تو انھوں نے امریکی حکومت، جمہوری عمل، عسکری سیاست، فوج اور سول حکومت کے درمیان تعلقات کی نوعیت اور سیاسی عمل جیسے موضوعات پر متعدد کتابیں لکھی ہیں، تاہم انہیں تہذیبوں کے درمیان تصادم کا نظریہ پیش کرنے کی وجہ سے شہرت ملی، پہلے اس نظریے کو ایک مقالے کی صورت میں امریکہ کے ایک معروف جریدے میں پیش کیا گیا تھا، جس نے پوری دنیا میں ایک نئی بحث چھیڑ دی، بعد ازاں انھوں نے ۱۹۹۶ء میں اسے کتابی شکل میں پیش کیا جسے The Clash of Civilizations and the

دعوت

یکم رجنوری ۲۰۰۹ء

پھر جنگ کون چاہتا ہے؟

وزیر اعظم ڈاکٹر منموہن سنگھ نے چند روز قبل یہ اعلان کیا تھا اور صاف لفظوں میں یہ کہا تھا کہ ہندوستان جنگ نہیں چاہتا اور یہ سمجھتا ہے کہ یہ کسی کے لئے بھی مفید نہیں ہے۔ وزیر خارجہ پرنب مکھرجی نے بھی اس سے ملتا جلتا بیان دیا تھا لیکن انھوں نے یہ بھی صاف کردیا تھا کہ اس کے باوجود ہندوستان تمام راستے کھلے رکھنا چاہتا ہے اور امن کے لہجے میں بات چیت کو کمزوری نہیں سمجھنا چاہئے۔ ہندوستان دفاع کا حق رکھتا ہے۔ دونوں ملکوں کے پل پل بدلتے سیاسی حالات اور سیاسی و غیر سیاسی سرگرمیوں پر نظر رکھنے والے بھی یہ کہہ رہے ہیں کہ جنگ فی الحال تو نعرے کی حد تک ہے۔ دونوں ملکوں نے اگرچہ اپنی دفاعی صلاحیت اور تیاری کا جائزہ ضرور لیا ہے لیکن سرحدوں پر ایسی نقل وحرکت دیکھنے میں نہیں آئی ہے جس سے اس کا اندازہ ہوتا ہو کہ وہ جنگ کی تیاری کر رہے ہیں۔ وزیر اعظم اور وزیر دفاع کی موجودہ صورتحال کا جائزہ ضرور لیا گیا ہے اور تینوں افواج کے سربراہوں سے ملاقاتیں بھی ہوئی ہیں۔ ان سے بات چیت بھی ہوئی ہے۔ اسی طرح ایک فوجی سربراہ کا سیاچین کا دورہ بھی ہوچکا ہے لیکن جنگ کی جو تیاری ہوتی ہے ویسی کوئی چیز ابھی تک نظر نہیں آئی ہے۔ ادھر پاکستان کے لیڈروں کے لہجے میں بھی نرمی آئی ہے۔ پہلے وہ جنگ کے لہجے میں باتیں کررہے تھے، یہ تاثر بھی دے رہے تھے کہ وہ اپنی مغربی سرحد سے فوجیں ہٹانا چاہتے ہیں لیکن وہ بھی اس بہانے سے کہ ہندوستان سے اسے خطرہ ہے لیکن جب ہندوستان کی طرف سے بار بار اس کی وضاحت کردی گئی کہ وہ جنگ بالکل نہیں چاہتا بلکہ پرامن طریقے سے پاکستان کو یہ باور کرانا چاہتا ہے کہ وہ اپنی سرزمین کو ہند مخالف سرگرمیوں کے لئے استعمال نہ ہونے دے۔ اس سلسلے میں امریکہ کے علاوہ چین، سعودی عرب اور ایران سے رابطہ قائم کیا گیا ہے۔ ادھر پاکستانی لیڈروں نے بھی یہ بیان دیا ہے کہ وہ دوست ممالک کی خدمات حاصل کررہے ہیں تاکہ ہند۔ پاک تعلقات میں جو کشیدگی پیدا ہوگئی ہے اسے دور کیا جاسکے۔

امریکہ کی طرف سے جو بیانات اب تک آئے ہیں ان میں بھی اسی پر زور دیا گیا ہے کہ دونوں ملکوں کو ضبط وتحمل سے کام لینا چاہئے اور جنگ سے حتی الامکان گریز کرنا چاہئے، ہر وہ قدم اٹھانا چاہئے جو ضروری ہو اور ہر اس قدم سے پرہیز کرنا چاہئے جس سے جنگ کی نوبت آجائے۔ چین اور روس کی جانب سے بھی جو بیانات جاری کئے گئے ہیں ان میں بھی دونوں ملکوں سے یہ اپیل کی گئی ہے کہ وہ حالات کی سنگینی کو کم کرنے کے لئے قدم اٹھائیں، یہاں تک کہ پاکستانی لیڈر بھی اب یہ کہنے لگے ہیں کہ وہ خود دہشت گردی کا شکار ہیں۔ پاکستانی صدر آصف علی زرداری نے تو اپنے ایک حالیہ بیان میں یہاں تک کہا ہے کہ وہ دہشت گردی کو ایک کینسر تصور کرتے ہیں اور اس کا آپریشن چاہتے ہیں۔ انھوں نے کہا کہ پاکستان خود بھی تعاون کے لئے تیار ہے اور چاہتا ہے کہ اس سلسلے میں کوئی مشترکہ لائحہ عمل تیار کیا جائے۔ حالانکہ پاکستان سے ایسی خبریں بھی آرہی ہیں کہ حکومت پاکستان نے تمام اہم شہروں کی فضائی نگرانی کا حکم دے دیا ہے اور اس پر عمل بھی شروع ہوچکا ہے اور سول اور فوجی افسروں کے رابطے بھی بڑھ گئے ہیں تاہم سرحد پر ایسی کوئی نقل وحرکت نوٹ نہیں کی گئی ہے جس سے یہ تاثر ملے کہ فوجی تیاری شروع ہوگئی ہے۔ پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر جنگ کی فضا کیوں پیدا کی جارہی ہے؟ اور حالات کو خراب کرنے کی کوششیں کیوں کی جارہی ہیں؟ فضا میں جنگ کی باتیں کیوں تیر رہی ہیں؟ کیا اس پردۂ زنگاری کے پیچھے کوئی ہے، جو یہ چاہتا ہے کہ دونوں ممالک ایک بار پھر گتھم گتھا ہوجائیں اور ایک دوسرے کو تباہ کرنے پر تل جائیں۔ جب اس میں کسی کا فائدہ نہیں ہے یعنی نہ اس سے ہندوستان کا فائدہ ہے اور نہ اس سے پاکستان کو فائدہ پہنچنے والا ہے تو آخر اس سے کس کو فائدہ ہونے والا ہے؟ یہ جنگ آخر کس کے مفاد میں ہے۔ جبکہ یہ بات ہر کسی کو معلوم ہے کہ اب جو جنگ ہوگی وہ بڑی خطرناک، تباہ کن اور مہیب ہوگی، اس کے باوجود وہ اسے ہوا دے رہا ہے؟

فکر معاصر

دہشت گردی مخالف قانون

ممبئی دہشت گردانہ حملوں نے سارے ملک کی توجہ دہشت گردی سے نمٹنے کی جانب مبذول کردی ہے۔ اس حملے کی وجہ سے ملک میں درپیش بے شمار اہم اور سلگتے ہوئے مسائل پس منظر میں چلے گئے اور ساری توجہ دہشت گردی سے نمٹنے پر مرکوز ہوگئی۔ واقعی دہشت گردی ایک انتہائی سنگین مسئلہ ہے اور اس سے نمٹنے میں پوری مستعدی اور عزم وحوصلے کے ساتھ کام کرنے کی ضرورت ہے۔ دہشت گردی ایسا مسئلہ نہیں ہے کہ اس سے عامیانہ انداز سے نمٹا جائے۔ اگر عامیانہ انداز اختیار کیا گیا تو اس مسئلے کی سنگینی کو سمجھنے میں مدد نہیں ملے گی اور نہ ہی اس سے مؤثر انداز میں نمٹا جاسکتا ہے۔ پوری توجہ کے علاوہ پورے عزم اور حوصلے کے ساتھ اس مسئلے سے نمٹنے کی ضرورت ہے اور اسی ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے مرکزی حکومت نے بھی اقدامات کئے ہیں اور دو نئے قوانین بنائے گئے ہیں۔ ایک تو مکمل نیا قانون ہے جبکہ دوسرا سابقہ قانون میں ترامیم سے متعلق ہے۔ ان اقدامات کے ذریعے حکومت نے اپنی سنجیدگی کو ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس تعلق سے سیاسی جماعتوں میں اتفاق رائے دیکھا گیا اور خاص طور پر بھارتیہ جنتا پارٹی کا موقف رہا جس نے اس معاملے میں حکومت کی مکمل تائید کی ہے۔ مرکز کی جانب سے منظور شدہ قوانین کو بی جے پی نے تاخیر سے کیا گیا ناکافی اقدام قرار دیا ہے جبکہ دیگر سیاسی جماعتوں نے اس کو ضرورت سے زیادہ شدید قرار دیتے ہوئے اس کے بے جا استعمال کے اندیشوں کو ظاہر کیا ہے۔ کیمونسٹ پارٹیوں کی جانب سے خاص طور پر ایسے اندیشے ظاہر کئے گئے ہیں کہ ریاستوں میں ان قوانین کی خلاف ورزی کی جاسکتی ہے کیونکہ ان میں پولیس فورسز اور نفاذ قانون کی ایجنسیوں کو زیادہ اختیارات سونپ دیئے گئے ہیں۔ حکومت نے یہ ادعا پیش کیا ہے کہ دہشت گردی سے نمٹنے کے لئے مؤثر حکمت عملی اور حکومت کی سنجیدگی ظاہر کرنی ضروری ہے۔ سنجیدگی کے صرف اظہار سے یہ مسئلہ حل ہونے والا نہیں ہے بلکہ مؤثر عملی اقدامات کی ضرورت ہے اور یہ سب سے اہم بات ہے کہ ان اقدامات کے لئے درست سمت کا تعین کیا جائے۔ سارے مسئلے کا سنجیدگی سے جائزہ لیتے ہوئے اس سے نمٹنے کے طریقہ کار کا تعین کیا جانا چاہئے۔

محض قانون سازی مسئلے کا حل نہیں ہے کیونکہ مسئلہ حل کرنے کے لئے اگر قانون کافی ہوتا تو ہندوستان میں اب تک جو قوانین ہیں وہ بھی بہت کافی ہیں مگر شرط یہ ہے کہ قوانین پر پوری دیانتداری سے عمل آوری کی جائے اور تحقیقاتی ایجنسیاں پہلے سے ذہن میں موجود مفروضات کی بنیاد پر تحقیقاتی عمل کو آگے نہ بڑھائیں۔ جہاں تک موجودہ قوانین کی بات ہے وہ بہت کافی ہیں ضرورت اس بات کی ہے کہ نفاذ قانون کی ایجنسیوں کو جوابدہ بنایا جائے اور ان کو ذمہ دار قرار دیا جائے کہ ایک وقت میں اور درست سمت میں تحقیقات کروائی جائیں۔ ہندوستان کے مختلف شہروں میں بم دھماکے ہوئے ہیں اور سیکڑوں بے گناہ اور معصوم افراد کی جانیں تلف ہوئی ہیں۔ ہماری تحقیقاتی ایجنسیاں ایک بھی معاملے میں اصل سرغنہ تک پہنچنے اور اصل خاطیوں کو گرفتار کرتے ہوئے انہیں کیفر کردار تک پہنچانے میں ناکام ہوئی ہیں۔ یقیناً ان ایجنسیوں کو ٹاڈا جیسے قانون کی سہولت ہے اور کچھ برس انہیں پوٹا جیسے سیاہ قانون کے تحت بھی اختیارات حاصل تھے۔ ان اختیارات کا نتیجہ یہ ہوا کہ بے شمار نوجوانوں کو مقدمات میں ماخوذ کرتے ہوئے جیل کی سلاخوں کے پیچھے بھیج دیا گیا۔ گرفتار شدہ نوجوان اگر واقعی بم دھماکوں میں ملوث رہتے تو ان کے خلاف اور بھی سخت کارروائی کی جاتی تو سماج کے کسی بھی گوشہ کو کوئی اعتراض نہیں ہوتا۔ تاہم آندھراپردیش کی مثال ہمارے سامنے ہے جہاں حکومت نے مکہ مسجد بم دھماکہ کیس میں گرفتار شدہ نوجوانوں کے بے قصور ہونے کا اعتراف کرلیا۔ یہ الگ بات ہے کہ معاوضہ کے نام پر ان تعلیم یافتہ نوجوانوں کو آٹو ڈرائیور بنانے کی کوشش کی گئی۔ بعد میں مہاراشٹرا اے ٹی ایس ٹیم کی تحقیقات کے ذریعے کچھ حقائق منظر عام پر آئے تھے۔ اب آندھراپردیش پولیس پر بے قصور نوجوانوں کو گرفتار کرنے اور انہیں انسانیت سوز اذیتیں دینے کی ذمہ داری عائد نہیں کی گئی۔ (سیاست، حیدرآباد)

تحریر: ایم ابراہیم خان

امریکی اجارہ داری کا مسئلہ

امریکہ نے ملک اور نظام کی حیثیت سے دنیا کو ایک صدی سے اپنا دیوانہ اور غلام بنا رکھا ہے۔ امریکیوں کے ذہن میں اب تک اپنی برتری کے خاتمے کا کوئی واضح تصور نہیں ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ انہیں اپنی برتری کے تاقیامت برقرار رہنے کا یقین ہے۔ سچ یہ ہے کہ جس سرمایہ دارانہ نظام نے امریکہ کو عروج بخشا تھا اب وہی اس کی بربادی کی راہ ہموار کر رہا ہے۔ امریکہ نے دو صدیوں تک فطری علوم اور متعلقہ ٹیکنالوجی میں تحقیق کے ذریعے دنیا کی رہبری بھی کی اور اجارہ داری بھی قائم کی۔ مگر اب ٹیکنالوجی کے پھیلاؤ نے دیگر ممالک کو بھی اس قدر مضبوط کردیا ہے کہ وہ امریکہ کو آنکھیں دکھانے کی پوزیشن میں ہیں۔ حالات کا تقاضا ہے کہ امریکی انتظامیہ اپنی ختم ہوتی ہوئی برتری کو محسوس کرے اور اس کے مطابق نئی پالیسیاں ترتیب دے۔ امریکی انتظامیہ اب بھی اس گمان میں مبتلا ہے کہ کسی بھی طور اس کی برتری ختم نہیں ہوگی۔ دوسری طرف برتری برقرار رکھنے کے لئے غیر معمولی اور انتہائی ناپسندیدہ اقدامات سے بھی گریز نہیں کیا جارہا۔ فوجی کارروائی کے نام پر امریکی حکومت دنیا بھر میں قدرتی وسائل پر قبضہ جمانے کی کوشش میں مصروف ہے۔ اس کوشش میں کوئی بہتری تو کیا پیدا ہوئی تھی، خرابیاں ہی خرابیاں پیدا ہوتی جارہی ہیں۔

کارل شریم اور رابرٹ لینٹین نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ امریکہ پوری دنیا کو اپنے کنٹرول میں نہیں رکھ سکتا۔ زمانہ تیزی سے تبدیل ہوا ہے اور ایسے میں اس بات کی گنجائش کم ہی ہے کہ دنیا پر صرف امریکہ کی حکمرانی قائم رہے۔ خود مغربی دنیا میں بھی امریکہ سے اختلاف رکھنے والوں کی تعداد بڑھتی جارہی ہے۔ اور یہ اختلاف بے جواز بھی نہیں۔ امریکہ جانتا ہے کہ اس کی پالیسیوں سے ناراض ہونے والوں کی تعداد بھی زیادہ ہے۔ یورپ میں بھی امریکہ کے ناقدین بڑھتے جارہے ہیں مگر اس کے باوجود امریکی پالیسیاں اس لئے تبدیل نہیں ہورہیں کہ ایسا کرنے کی صورت میں اس کے احساس برتری کو ٹھیس لگے گی اور اس کی برتری کو تسلیم کرنے والوں کی تعداد میں بھی کمی واقع ہوگی۔ کارل شریم اور رابرٹ لینٹین نے اپنی کتاب میں اس امر پر بحث کی ہے کہ امریکہ کو اپنی برتری مکمل طور پر ختم ہونے سے بچانے کے لئے عالمی مالیاتی نظام میں موزوں تبدیلیاں متعارف کرانا ہوں گی تاکہ اس سے مخاصمت رکھنے والوں کی تعداد میں کمی واقع ہو اور حقیقی گلوبلائزیشن کی راہ ہموار ہو۔ دنیا کو گلوبلائزیشن کے تصور کی ایسی عملی تعبیر درکار ہے جس میں تمام ممالک کے لئے پنپنے کی کچھ نہ کچھ گنجائش ہو۔ حالات اس کی اجازت دیتے دکھائی نہیں دیتے۔ عالمی سطح پر تعاون اور اشتراک عمل بڑھانا ممکن ہوچکا ہے مگر اس کے باوجود افریقہ اور ایشیا میں شدید غربت پر قابو پانا ممکن نہیں ہوسکا ہے۔ ''گڈ کیپٹل ازم'' سے اقتباسات آپ کی خدمت میں پیش کئے جارہے ہیں:

امریکہ عالمی مالیاتی نظام کو مکمل طور پر کنٹرول کرنے کی پوزیشن میں اب نہیں رہا۔ سرمایہ دارانہ نظام اس کے ہاتھ سے نکلتا جارہا ہے۔ طاقت کے دیگر مراکز کے ابھرنے سے معاملات امریکیوں کے مکمل بس میں نہیں رہے۔ امریکیوں کو اب سمجھنا ہوگا کہ دنیا بدل چکی ہے۔ کئی ممالک انہیں نیچا دکھانے کی تیاری کر رہے ہیں۔ اس کا ایک بنیادی سبب یہ بھی ہے کہ امریکی اپنے مخالفین کی تعداد میں اضافہ کر رہے ہیں۔ پالیسی تیار کرنے والوں کو اس بات سے کچھ غرض نہیں کہ دنیا میں کیا ہورہا ہے۔ وہ اب بھی امریکی بالادستی ہی کو حتمی ایجنڈا قرار دیتے ہوئے کام کر رہے ہیں۔

امریکہ کو اب تک حقیقی مسابقت کا سامنا نہیں تھا۔ کوئی بھی ملک اسے منہ دینے کی پوزیشن میں نہیں تھا۔ مگر اب صورتحال بدل چکی ہے۔ دنیا بھر میں باصلاحیت افراد کی تعداد میں تیزی سے اضافہ ہورہا ہے۔ ایشیا لاطینی امریکہ اور دیگر خطوں میں تعلیم کا معیار بلند ہوتا جارہا ہے، جس کے نتیجے میں علوم اور فنون کے حوالے سے پیش رفت کے امکانات بھی وسیع تر ہوتے جارہے ہیں۔ امریکیوں کو اب ثابت کرنا ہوگا کہ وہ کسی بھی سطح پر اور کسی بھی قسم کی مسابقت کے لئے تیار ہیں۔ انھوں نے ہر دور میں اپنا معیار بلند کرنے کی کوشش کی ہے مگر اب انہیں مسابقت کا سامنا ہے۔ اس بدلی ہوئی صورتحال میں انہیں غیر معمولی عزم اور استقلال کا مظاہرہ کرنا ہوگا۔ امریکی پالیسی سازوں کو اس مرحلے پر ہوش وحواس میں رہتے ہوئے کام کرنا ہوگا۔ اگر بڑھتی ہوئی مسابقت سے گھبرا کر انھوں نے پسپائی اختیار کی اور مالیاتی نظام کو محفوظ اور محدود رکھنے پر توجہ دی تو مسابقت کی صلاحیت کمزور پڑ جائے گی اور دوسری طرف امریکیوں کو جدت طرازی کی راہ سے ہٹنا پڑے گا۔ امریکہ نے اب تک جدت طرازی کے رجحانات کو فروغ دے کر ہی ترقی کی ہے۔ اگر جدت کو بنیادی رجحان کے طور پر اپنانے کی روش پر گامزن نہ ہوئے ہوتے تو امریکی دنیا پر حکومت کرنے کے قابل بھی نہ ہوئے ہوتے۔ امریکی معیشت کے لئے مشکلات بڑھ رہی ہیں مگر ان مشکلات سے بہتر طور پر نمٹنا اسی وقت ممکن ہے جب میدان میں رہتے ہوئے مقابلہ کیا جائے۔ معیشت کو محفوظ رکھنے کے اقدامات امریکہ کو مزید ہدف پذیر بنادیں گے۔

آجرانہ نظام کو بنیادی قدر کے طور پر اپنانے والی کسی بھی معیشت کے لئے بہت سے چیلنجز پیدا ہوتے ہیں۔ معاشی مسائل کو اسی میدان میں حل کرنا ہوتا ہے۔ امریکہ بہت سے معاملات کو آپس میں خلط ملط کر رہا ہے۔ اس کے نتیجے میں پالیسی کے حوالے سے بہت سی غلطیاں بھی ہوئی ہیں۔ امریکہ کو ثابت کرنا ہوگا کہ وہ معیشت کے حوالے سے رہبری کرتا رہا ہے اور اب بھی کرسکتا ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ امریکہ کے لئے ہر اعتبار سے تبدیل ہونے کا وقت آگیا ہے۔ سیاسی اعتبار سے تبدیل ہونے کی طرف تو امریکیوں نے قدم بڑھا ہی دیا ہے۔

مختلف شعبوں میں جدید ترین ٹیکنالوجی کی تیاری اور اسے تجارتی شکل دینا امریکیوں کا خاصہ رہا ہے۔ دو صدیوں کے دوران امریکیوں نے مختلف شعبوں میں ٹیکنالوجی کے حوالے سے پیش رفت کو یقینی بنایا ہے۔ سو سال قبل لوگ گھوڑا گاڑیوں میں سفر کیا کرتے تھے۔ اس کے بعد کاریں آئیں اور ان میں جدت طرازی کا بازار گرم رہا۔ اس کے نتیجے میں اب دنیا بھر میں لوگ کار کو ذاتی سواری کے طور پر استعمال کر رہے ہیں۔ ہر دور میں امریکی ماہرین نے دنیا کو ایسی اشیاء دیں جن کی مدد سے زندگی مزید آسان ہوئی ہے۔ امریکیوں نے ہر دور میں جدت طرازی کا دم بھرنے والوں کی رہنمائی اور سربراہی کی ہے۔ کمپیوٹرز نے زندگی کو مزید آسان کردیا ہے۔ انسانوں کے بہت سے کام اب کمپیوٹرز اور روبوٹس آسانی سے انجام دے لیتے ہیں۔ اس کے نتیجے میں غیر معمولی بیروزگاری بھی پیدا ہوئی ہے۔ کئی معیشتوں کے لئے شدید مشکلات ابھر کر سامنے آئی ہیں۔ کامیاب آجرانہ معیشت کسی بھی مرحلے پر تبدیلی کی راہ نہیں روکتی۔ میدان میں ڈٹے رہنے سے فوائد ہی حاصل ہوتے ہیں۔ کسی بھی دم توڑتے ہوئے شعبے سے لوگوں کو متحرک شعبوں کی طرف جانے سے روکنا منفی عمل ہے، جس سے صرف خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔ قائدانہ کردار ادا کرنے والی کوئی بھی معیشت ایسے منفی اقدامات کے ذریعے پنپ نہیں سکتی۔ متحرک اور قائدانہ کردار والی ہر معیشت اپنے باصلاحیت افراد کو دنیا بھر میں بھیجتی ہے تاکہ وہ نئے آئیڈیاز پر بہتر ڈھنگ سے کام کرسکیں۔ اس صورت میں معیشت کی بنیاد وسیع اور گہری کرنے میں خاطر خواہ مدد ملتی ہے۔ اچھا آئیڈیا خواہ کہیں سے ملے، اسے اپنانا اور اس پر عمل کے ذریعے اپنی صلاحیتوں کا بہتر اظہار ہر متحرک معیشت کا خاصہ ہوتا ہے۔ معیشت کے دروازے بند کرنا کسی بھی اعتبار سے صحتمند رجحان نہیں۔ امریکہ کو یہ بات بہتر انداز سے سمجھنا ہوگی کہ دوسروں کو دور رکھ کر یا ان سے دور رہ کر ترقی نہیں کی جاسکتی۔ ایسی کوئی بھی صورتحال معیشت کو نقصان ہی پہنچاتی ہے۔ کئی ممالک اور خطوں نے یہ روش اپنائی ہے اور مار کھائی ہے۔

جدت کے بازار میں سب کو بیک وقت کامیابی نہیں مل سکتی۔ جب کسی بھی شعبے میں پیش رفت کی راہ ہموار ہوتی ہے اور چند معیشتیں آگے بڑھنے کی کوشش کرتی ہیں تو چند ایک کو بھرپور کامیابی ملتی ہے اور باقی کے حصے میں ناکامی آتی ہے۔ مگر یہ سب کچھ اسی طور ہوتا رہتا ہے۔ انیسویں اور بیسویں صدی میں ہزاروں اداروں اور افراد نے آٹو موبائلز کے شعبے میں اپنی صلاحیتوں کا لوہا منوانے کی کوشش کی اور ان میں چند ایک ہی کی بقا کا سامان ہوسکا۔ ٹیلیفون انڈسٹری میں بھی یہی ہوا تھا۔ اور اب انٹرنیٹ کی دنیا میں بھی یہی کہانی اپنے آپ کو دہرا رہی ہے۔ بہت سی ڈاٹ کام کمپنیاں ۱۹۹۰ء کی دہائی میں جتنی تیزی سے ابھریں اتنی ہی تیزی سے غائب بھی ہوگئیں۔

امریکیوں کو سمجھنا ہوگا کہ جدت طرازی کے بازار میں ناکامیاں بھی ہاتھ لگ سکتی ہیں تاہم بنیاد مضبوط ہونے کی صورت میں تیزی سے دوبارہ پنپنے کی راہ بھی ہموار ہوکر ہی رہے گی۔ امریکی معیشت کے لئے نیا زمانہ کئی بڑے چیلنجز لے کر آیا ہے۔ اعلیٰ تعلیم کے میدان میں اس کی برتری تیزی سے ختم ہوتی جارہی ہے۔ ٹیکنالوجی میں جدت کا بھی کچھ ایسا ہی حال ہے۔ لاکھ کوشش کرنے پر بھی تعلیم کے میدان میں امریکی برتری برقرار رکھنا ممکن نہیں ہوسکا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ امریکی ماہرین کی طلب میں اب کمی واقع ہورہی ہے۔ یورپ، ایشیا اور دیگر خطوں کے ماہرین کی طلب بڑھ رہی ہے کیونکہ وہ مشاہرہ بھی کم لیتے ہیں اور کام بھی زیادہ کرتے ہیں۔

اسٹاک مارکیٹس کے عروج وزوال نے بہت سی معیشتوں کو شدید بحرانوں سے دوچار کیا ہے۔ امریکی معیشت بھی مشکلات میں گھری رہی ہے۔ اس وقت بھی امریکہ کو ایسے حالات کا سامنا ہے، جن کے باعث معیشت کی بنیاد نمایاں طور پر متاثر ہوسکتی ہے۔ مگر امریکیوں نے دو صدیوں کی محنت اور صلاحیتوں کے اظہار سے جو کچھ پایا ہے اسے یکسر مٹانا اور غیر مؤثر کرنا ممکن نہیں۔ عالمگیر نظام معیشت و سیاست پر امریکہ کے اثرات بہت گہرے ہیں۔ حق یہ ہے کہ امریکہ نے قائدانہ کردار کے بہت سے تقاضے نبھائے بھی ہیں۔ مگر اب مشکل یہ آن پڑی ہے کہ امریکی پالیسی میکرز عسکری کردار کے ذریعے سب کچھ فتح کرنا چاہتے ہیں۔ عسکری فتوحات کی بنیاد پر معیشت کو چلانا کسی بھی دور میں کسی بھی ملک کے لئے ممکن نہیں رہا۔ چند معاملات میں تو عسکری برتری کام آسکتی ہے مگر مجموعی طور پر کسی بھی معاشی اور سیاسی نظام کو چلانا ماہرین اور علوم و فنون میں پیش رفت کا فریضہ ہے۔ اگر خارجہ پالیسی کی بنیاد عسکری مہمات پر ہو تو کسی بھی ملک کی برتری کو بالآخر شدید نقصان پہنچ کر ہی رہتا ہے۔ امریکہ بھی اسی راہ پر گامزن ہے۔ دنیا بھر میں معیشت کے انداز تبدیل ہو رہے ہیں۔ نئی ایجادات کے ساتھ ساتھ نئے آجرانہ رجحانات بھی معیشت میں تبدیلی لا رہے ہیں۔ کسی بھی ملک کے لئے الگ تھلگ رہ کر سیاست اور معیشت میں صرف فوائد ہنوز بٹورنا ممکن نہیں رہا۔ زمانہ اشتراک عمل کا ہے، برتری کا نہیں۔ امریکیوں کو یہ بات ہضم کرنا ہوگی کہ وہ کسی بھی معاملے میں تمام اختیارات کے مالک نہیں ہوسکتے۔ انہیں دوسروں سے بہت کچھ شیئر کرنا ہوگا۔ مالیاتی نظام کے حوالے سے انہیں بہت سے خیالات کو ترک کرکے نئے رجحانات کو اپنانا ہوگا۔ ٹیکنالوجی کے شعبے میں پیش رفت کا سلسلہ جاری ہے اور کئی ممالک اپنی حیثیت مستحکم کرتے جارہے ہیں۔ ایسے میں اگر کسی ملک کو اپنی واضح برتری قائم اور برقرار رکھنا ہے تو کئی باتوں کا خاص خیال رکھنا ہوگا۔ محض تکنیکی مہارت سے کہیں آگے جاکر آجرانہ مہارت کا بھی مظاہرہ کرنا ہوگا۔ جس طرح کوئی سرمایہ کار اپنے ادارے میں باصلاحیت لوگوں کو جمع کرکے ان سے کام لیتا ہے بالکل اسی طرح امریکہ کو بھی باصلاحیت لوگوں سے کام لیتے رہنا ہوگا۔ امریکہ اس اعتبار سے ایک منفرد معیشت ہے کہ اس میں آجرانہ رجحان رکھنے والوں کی تعداد زیادہ ہے۔ ادارے ابھرتے رہتے ہیں اور مسابقت کی فضا کو مزید عمدگی سے ہمکنار کرتے ہیں۔ امریکہ میں ان لوگوں کی کمی نہیں جو بزنس کے ماحول میں خطرات مول لے کر ادارے قائم کرتے اور عمدگی سے چلاتے ہیں۔ امریکیوں نے ہر دور میں خطرات سے کھیلنے کی کوشش کی ہے اور کامیابی بھی حاصل کی ہے۔ امریکہ میں بہت سے اداروں نے راتوں رات ترقی کی ہے اور اپنی صلاحیتوں کو بھرپور طور پر منوایا ہے۔ اس کا بنیادی سبب یہ ہے کہ لوگ خطرات مول لیتے ہیں، تجربے کرتے ہیں اور ان تجربات سے بہت کچھ سیکھتے بھی ہیں۔ ان کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ کاروبار میں بھی مہم جوئی کا عنصر ہر وقت موجود رہے۔ امریکہ میں ادارے قائم کرنا اور انہیں چلانا ایک مستقل پریکٹس ہے۔ یورپ میں رجحان اس کے برعکس ہے۔ وہاں جو ادارے بڑے ہیں وہ کئی عشروں سے اپنی حیثیت برقرار رکھے ہوئے ہیں اور کسی اور کو پنپنے کا موقع ہی نہیں دیتے۔ امریکہ نے دنیا کو سکھایا ہے کہ جو لوگ ہمت سے کام لیتے ہیں وہ تیزی سے پنپتے ہیں اور ترقی سے ہمکنار ہوتے ہیں اور یہ کوئی معمولی بات نہیں۔ امریکہ میں بزنس کی دنیا بہت تیزی سے تبدیل ہوتی رہتی ہے۔ پانچ سو بڑی کمپنیوں کی فہرست میں ہر دو تین سال کے بعد اچھی خاصی تبدیلی واقع ہوجاتی ہے اور یہ سلسلہ تھمتا دکھائی نہیں دیتا۔

امریکہ کے لئے معاشی بقا کا ایک ہی راستہ رہ گیا ہے اور وہ یہ کہ سرمایہ دارانہ نظام کی اصلیت کو تبدیل نہ کرے۔ معاملات کو درست ڈھنگ سے چلانے کے لئے اپنے دروازے بند نہ کئے جائیں۔ امریکہ اگر خود کو الگ تھلگ رکھے گا تو اس سے مخاصمت رکھنے والوں کی تعداد میں مزید اضافہ ہوگا اور امریکی پالیسیوں کے خلاف مزاحمت بڑھے گی۔ ●●

حماس، فلسطینیوں کی امید کا مرکز

فلسطینی منظرنامے میں اسلامی تحریک مزاحمت (حماس) مختصر عرصے میں واحد نمائندہ جماعت بن کر ابھری اور اس نے مغرب کے ایوانوں میں کھلبلی مچادی۔

طویل سفر قلیل مدت میں طے کرنا حماس کی بیدار مغز قیادت ہی کا خاصہ ہے۔ اسلامی تحریک مزاحمت (حماس) کا قیام ۱۹۸۷ء میں عمل میں آیا۔ شیخ احمد یٰسین شہید اس کے بانی اور چیئرمین تھے، شیخ احمد یٰسین شہید گیارہ سال مسلسل، اور وقفے وقفے سے کئی برس تک اسرائیلی جیلوں میں قید رہے لیکن معذور ہونے کے باوجود جیل کی سلاخیں ان کے پختہ عزائم کو کمزور نہ کرسکیں۔

ان کی جلائی ہوئی شمع آج نہ صرف فلسطین کو روشن کئے ہوئے ہے بلکہ عالم اسلام کے گمشدہ راستوں کی نشاندہی بھی کر رہی ہے۔ حماس نے ملت اسلامیہ کے مردہ جسم میں روح کیسے پھونکی؟ عالمی صہیونیوں کے ایجنڈے کو کیسے ناکام کیا؟ وقت کی سپر طاقتوں کو کیسے سرنگوں کیا؟ اور تمام تر مشکلات اور مصائب کے باوجود عوام میں نہ صرف اپنی پذیرائی برقرار رکھی بلکہ مقبول جماعت کیسے بنتی چلی گئی۔ ان سارے سوالات کے جوابات معلوم کرنے سے قبل ان حالات کا جائزہ ضروری ہے، جن کا ان کو سابقہ تھا۔

فلسطین میں باقاعدہ یہودی آبادکاری کا عمل ۱۹۱۷ء میں برطانوی وزیر خارجہ لارڈ بلفور کے اعلان کے بعد شروع ہوا، جس میں انھوں نے یہودیوں سے وعدہ کیا کہ وہ فلسطین میں ان کی ریاست قائم کرکے دیں گے۔ ۱۹۲۴ء میں خلافت عثمانیہ کا خاتمہ ہوگیا، فلسطین پر برطانیہ نے قبضہ کرلیا، اسی طرح دیگر عرب ممالک پر مغربی ممالک نے قبضہ کرلیا۔ وعدے کے مطابق برطانیہ نے اپنی نگرانی میں فلسطین میں یہودی بستیاں بسانا شروع کیں، فلسطینیوں کو فلسطین سے بے دخل کرنا شروع کیا۔ مسلمان چونکہ کمزور تھے، خلافت ختم ہوچکی تھی، اجتماعی طور پر ان کا کوئی نظام نہیں تھا۔ چاردانگ عالم برطانیہ کا طوطی بولتا تھا۔ اس کے سامنے کسی کو پر مارنے کی جرأت نہیں تھی، ایسے میں فلسطینیوں نے برطانوی سامراج کے خلاف ۱۹۳۵ء میں مسلح جدوجہد شروع کی۔ عزالدین القسام اور امین الحسینی نے برطانیہ کو سبق سکھانا شروع کیا مگر اسلحہ اور امداد نہ ہونے کے برابر تھی۔ برطانوی فوج ان کا پیچھا کررہی تھی۔ آخرکار ان کو ایک اجلاس کے دوران شہید کردیا گیا۔ ان کی شہادت کی وجہ سے فلسطین میں مزاحمت کا مورچہ کمزور ہوا۔ برطانیہ نے لاکھوں یہودیوں کو فلسطین میں لاکر بسایا تھا اور ۱۹۴۸ء میں اسرائیل کے قیام کا اعلان ہوا، اسرائیل کو برطانیہ، امریکہ، فرانس اور روس نے فوراً تسلیم کرلیا، یہ تینوں سپر طاقتیں تھیں، اگر یہ کہا جائے کہ اسرائیل سپر طاقتوں کی ناجائز اولاد ہے تو بے جا نہ ہوگا، ان سپر طاقتوں نے اسرائیل کی ہر طرح سے امداد کی جس کی وجہ سے اقوام متحدہ بے بس تھی اور اسرائیل نے فلسطینیوں کا قتل عام جاری رکھا اور صہیونی ایجنڈا تیزی سے تکمیل کی جانب بڑھنے لگا۔

لاکھوں فلسطینیوں کو ان کے گھروں سے نکال باہر کیا گیا، ہزاروں شہید کردیے گئے، ہر سمت ظلم وجبر کے گہرے بادل چھائے ہوئے تھے۔ ایسے میں فلسطینیوں نے ۱۹۶۴ء میں فتح تحریک کے نام سے جماعت بنائی جس کا سربراہ یاسر عرفات کو بنایا گیا۔ اس تحریک کا مقصد فلسطین کو آزاد کرانا تھا ابتداء میں اس تحریک نے اچھے کام کئے مگر یہ تحریک سیکولر بنیادوں پر قائم تھی اس لئے اس نے آگے چل کر وہی کام کیا جس کا خطرہ تھا۔

طاقت کے نشے میں اسرائیل نے ۱۹۶۷ء میں ایک اور جنگ عربوں پر مسلط کردی اور نہ صرف مسلمانوں کے تیسرے مقدس مقام قبلۂ اول سمیت باقی ماندہ فلسطین پر قبضہ کرلیا بلکہ شام کی گولان پہاڑیوں، مصر کے علاقے صحرائے سینا، جنوبی لبنان کے علاقے پر قبضہ کرلیا۔ جس پر مسلمانوں میں سخت بے چینی پیدا ہوئی مگر عملی طور پر مسلمان کچھ نہ کرسکے، البتہ اسلامی ممالک کی تنظیم او آئی سی کا قیام عمل میں آیا، جس کا اولین مقصد قبلۂ اول کو آزاد کرانا تھا۔

اسرائیل نے ۱۹۸۲ء میں جنوبی لبنان پر حملہ کردیا، جس میں سیکڑوں فلسطینی شہید ہوئے اور یاسر عرفات کو جنوبی لبنان چھوڑنے پر مجبور کردیا گیا اور وہ اپنے ساتھ تین ہزار فلسطینیوں کو لے کر تیونس چلے گئے، جوں ہی وہ لبنان سے نکلے اسرائیلی فوج نے سامنے سے اور پیچھے سے جنوبی لبنان میں صابرہ اور شتیلہ کے مہاجر کیمپ پر حملہ کرکے تین ہزار فلسطینیوں کو ۳۶ گھنٹوں میں شہید کیا، جو تاریخ کا بدترین سانحہ تھا۔ اس سانحہ کے بعد فلسطین کے اندر اور باہر شدید مایوسی پیدا ہوئی۔ اسرائیل نے اس مایوسی کا فائدہ اٹھایا۔ فلسطینی مہاجر کیمپوں میں زندگی کے دن گن رہے تھے۔ ان کے پاس کوئی پروگرام نہیں تھا۔ نوجوان تعلیم سے دور ہورہے تھے، غربت کا دور دورہ تھا۔

مایوسی کے اس گھٹاٹوپ اندھیرے میں روشنی کی ایک کرن شیخ احمد یٰسین شہید کی صورت میں سامنے آئی۔ وہ فلسطین کے اندر مزاحمت کسی نہ کسی انداز سے جاری رکھے ہوئے تھے، وہ اخوان المسلمون کے ساتھ وابستہ تھے۔ اخوان نے سامراجیوں کے خلاف تاریخی جدوجہد کی۔ شیخ احمد یٰسین نے اسرائیل کے خلاف فلسطینی مزاحمت کو منظم کرنے کے لئے فلسطین کے اندر متحرک نوجوانوں کو جمع کیا اور اپنے کام کو آگے بڑھایا۔ انھوں نے مہاجر کیمپوں میں مشکلات کا شکار فلسطینیوں کی فوری مدد اور انہیں اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے کے لئے تعلیمی ادارے قائم کئے، فلاح عام کے لئے انھوں نے خدمت کے ادارے قائم کئے، نوجوانوں کو اس کام میں شامل کیا، خواتین کو بھی ان کے حلقوں میں کام کرنے کو کہا، جو انھوں نے چیلنج سمجھ کر قبول کیا۔ اس مرحلے میں فلسطینی اسرائیل کے خلاف مزاحمت بھی جاری رکھے ہوئے تھے۔ اگرچہ وہ پتھروں سے جاری تھی۔

شیخ احمد یٰسین شہید نے تمام انفراسٹرکچر مکمل کرنے کے بعد ۱۵ دسمبر ۱۹۸۷ء کو حماس کے قیام کا باقاعدہ اعلان کیا، شیخ احمد یٰسین شہید نے تعلیم، صحت، مزاحمت اور رفاہی کاموں کو ایک ساتھ کرنے کا عزم کیا، حماس کی فکر چونکہ اسلامی تھی اس لئے فلسطینی عوام نے اس جماعت کو اپنا نجات دہندہ خیال کیا اور اس میں جوق درجوق شامل ہونے لگے۔ اسرائیل اس وقت تک خود کو ناقابل تسخیر خیال کیا کرتا تھا، لیکن حماس کے عسکری ونگ نے اسرائیل کے ان علاقوں میں بھی جاکر فدائی کارروائیاں کیں جن کے بارے میں اسرائیل کا کہنا تھا کہ وہاں کوئی چڑیا بھی پر نہیں مار سکتی لیکن حماس کے عسکری ونگ کی کارروائیاں اسرائیل پر بجلی بن کر گریں اور اس کا یہ دعویٰ پانی کا بلبلہ ثابت ہوا، فدائی کارروائیاں جاری رہیں، اسرائیل جو اکھنڈ اسرائیل کا منصوبہ بنائے ہوئے تھا۔ اس کا یہ خواب چکنا چور ہوگیا، ناقابل شکست قابل شکست میں بدل گیا۔ اسرائیل نے حماس کے خلاف طاقت کا بھرپور استعمال کیا، حتیٰ کہ ایٹمی اسلحہ تک استعمال کیا۔ ہزاروں افراد کو حماس کے ساتھ منسلک ہونے کی وجہ سے گرفتار کیا گیا، ان کو شہید کیا گیا، حماس کو ناکام کرنے کے لئے خواتین تک کے ساتھ ظلم روا رکھا گیا۔ خواتین کو گرفتار کرکے جیلوں میں ڈالا گیا تاکہ فلسطینی مزاحمت سے باز آجائیں۔

حماس نے ایک طرف جیلوں میں جانے والوں کے لواحقین کی امداد کی اور ان کے بچوں کی دیکھ بھال کے ساتھ ساتھ جیل سے قیدیوں کی رہائی کے لئے منظم بنیادوں پر کام کیا، جیل میں فلسطینیوں پر ہونے والے مظالم کو بے نقاب کیا اور ان کی رہائی کے لئے قانونی کارروائی کی اور اسرائیلی فوجیوں کے خلاف کارروائیاں کیں جس میں وہ کافی حد تک کامیاب رہے۔ اسرائیل نے حماس کے اس کام کو دیکھ کر ان کی قیادت کو نشانہ بنانا شروع کیا مگر حماس کا کام اس حد تک منظم ہوچکا تھا کہ اب اس کے نیٹ ورک کو توڑنا اسرائیل کے بس میں نہیں تھا۔

اسرائیل نے مایوس ہوکر ۱۹۹۳ء میں یاسر عرفات کے ساتھ اوسلو معاہدہ کیا، اس معاہدے کا مقصد اس کے سوا کچھ نہیں تھا کہ حماس کی کمر توڑ دی جائے اور اس کام کے لئے یاسر عرفات کو مہرہ بنایا جائے۔ یاسر عرفات نے جب سے لبنان چھوڑا تھا تب سے ان کے اندر بھی بہت سی تبدیلیاں رونما ہوچکی تھیں، وہ بھی عربوں کے کردار کی وجہ سے کافی مایوس تھے، انھوں نے معاہدہ کیا اور اپنے ان ساتھیوں کے ہمراہ فلسطین آئے جن کو تیونسی گروپ کہا جاتا تھا۔

اس گروپ نے اپنے اہداف کے مطابق حماس کے خلاف کارروائیاں کیں مگر فلسطینی عوام حماس کے ساتھ تھے۔ اس لئے یہ گروپ جلد ہی بے نقاب ہوگیا اور عوام میں نفرت کی نگاہ سے دیکھا جانے لگا۔ اسرائیل اس منصوبے میں بھی بری طرح ناکام ہوا، شیخ احمد یٰسین نے اعلان کیا کہ ہم اپنی بندوقوں کا رخ صرف قابض اسرائیل کی طرف رکھیں گے۔ انھوں نے اپنی جماعت کے لوگوں سے کہا: ''آپ کو اکسایا جائے گا، مشتعل کیا جائے گا، اس موقع پر آپ کو صبر سے کام لینا ہے اور اپنی بندوق صرف قابضین پر اٹھانی ہے''۔ دوسری طرف سے کافی مشتعل کرنے کی سازش ہوئی مگر حماس کی طرف سے ردعمل نہ ہونے کی وجہ سے عوام کے اندر ان کے خلاف نفرت پھیلتی تھی اور وہ خود ہی بدنام ہوجاتے تھے۔

امریکہ اور اسرائیل نے مل کر فلسطینیوں کے خلاف باہم لڑائی کا خوفناک منصوبہ بنایا تھا جس کو شیخ احمد یٰسین نے ناکام بنادیا۔ جس پر امریکہ اور اسرائیل نے شیخ احمد یٰسین کو راستے سے ہٹانے کی منصوبہ بندی کی۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ ان کی شہادت کے بعد فلسطینیوں کے درمیان لڑائی کرانا آسان ہوجائے گا۔ حماس کے پاس قیادت بھی نہیں رہے گی اور حماس کی اپنی صفوں کے اندر انتشار پیدا ہوجائے گا۔ منصوبے کے عین مطابق شیخ احمد یٰسین کو شہید کردیا گیا۔ ان کے جانشین ڈاکٹر عبدالعزیز الرنتیسی کو بھی ۲۲ دنوں کے وقفے سے شہید کردیا گیا اور اسرائیل نے کہا کہ اب اس کا کام آسان ہوجائے گا مگر حماس کی قیادت نے

باقی صفحہ ۸ پر

مولانا خلیل رحمانیؒ کی زندگی سعی وجہد سے عبارت تھی

مولانا محمد خلیل رحمانی رحمۃ اللہ علیہ ضلع بستی، گونڈہ کے ایک اہم عالم باعمل گزرے ہیں جنھوں نے شرک ،بدعات، تاریکی، جہالت کے ماحول میں توحید، رسالت کی شمع روشن کی ہے اور اخلاق وکردار، عملی جدوجہد کی بنیاد پر لوگوں کو اسلام کی طرف متوجہ کیا۔ زہدو ورع، امانت ودیانت، صدق وصفا اور اتحاد و اتفاق کی فضا قائم کرنے میں زندگی کا ہر قیمتی لمحہ لگا دیا اور مومنانہ، درویشانہ زندگی گزار کر ۱۰ر نومبر ۲۰۰۸ء سوموار دو بجے دن میں اپنے رب حقیقی سے جاملے۔

مولانا مرحوم ضلع سدھارتھ نگر (سابق ضلع بستی) کی مشہور ومعروف مردم خیز بستی موضع ٹکریا میں ۱۹۲۰ء میں پیدا ہوئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ابتدائی تعلیم ،تربیت والد ماجد تعلقدار مرحوم کی نگرانی میں ہوئی۔ پھر ایک سال کے لئے پرائمری اسکول بدل پور میں داخلہ لیا، اس کے بعد اعلیٰ تعلیم وتربیت کی غرض سے جامعہ سراج العلوم کنڈاؤ بونڈھیار ضلع گونڈہ یوپی میں داخل کرا دیا گیا۔ یہاں کی تعلیم مکمل کرنے کے بعد ایک سال کے لئے جامعہ فیض عام مؤ اعظم گڑھ گئے۔ وہاں صرف، نحو، عربی زبان وادب کے ساتھ ساتھ کچھ احادیث کی کتابیں پڑھیں۔ پھر مزید اعلیٰ تعلیم کا شوق رکنے نہ دیا اور دہلی کا رخت سفر باندھا۔ جہاں تقسیم ہند سے قبل کی معروف و مشہور درسگاہ رحمانیہ دارالحدیث میں داخلہ لیا اور وہاں شیخ الحدیث مولانا احمد اللہ پرتاپ گڑھی، شیخ الحدیث مولانا عبیداللہ مبارکپوری رحمانی، مولانا نذیر احمد املوی اور مولانا عبدالغفور بسکوہری جیسے اساطین فن سے اکتساب فیض کیا۔ مولانا مرحوم کے بقول ۱۹۴۲ء میں دارالحدیث رحمانی دہلی سے سند فراغت حاصل کی۔ اسی زمانہ طالب علمی میں رسالہ ترجمان القرآن آپؒ کے زیر مطالعہ آیا۔ جس میں مولانا مودودیؒ کے مضامین پڑھنے کا موقع ملا۔ جس نے آپ کو بے حد متاثر کیا۔ پھر مولانا مودودیؒ کے مداح ہوگئے۔ دن بدن حق کی تلاش وجستجو میں اضافہ ہوتا گیا۔ اسی زمانہ میں مولانا مودودیؒ کی نگرانی میں ایک پروگرام دہلی میں ہونے والا تھا جس میں آپؒ شریک ہونا چاہتے تھے، مگر جامعہ رحمانیہ کے اصول، ضوابط پروگرام میں شرکت کے لئے مانع تھے۔ اس کے لئے آپؒ نے آخری درجات کے طلبہ کے ذریعے کوشش کی۔ چنانچہ جامعہ رحمانیہ کے ذمہ داران نے آخری درجات کے طلبہ کو مولانا مودودیؒ کے پروگرام میں شرکت کی اجازت دے دی۔ اس طرح آپؒ اور کچھ ساتھی پروگرام میں شریک ہوئے۔ پروگرام بہت مفید تھا۔ تحریک اسلامی ہند کے مقصد کو قریب سے سمجھنے کا موقع مل گیا۔ پھر مولانا مودودیؒ کی تحریروں کو مزید پڑھنے، سمجھنے کا جذبہ بیدار ہوتا گیا۔ اچھی طرح لٹریچر کا مطالعہ کیا، جس کے نتیجے میں "جماعت اسلامی ہند" سے مزید دلچسپی بڑھتی گئی اور فریضۂ اقامت دین کا تصور دل ودماغ میں چھا گیا۔ ۱۹۴۸ء میں جب جامعہ رحمانیہ دہلی سے فراغت حاصل ہوگئی تو صرف یہی جذبہ کارفرما رہا کہ اس دنیا میں دین اسلام کی اقامت ہونی چاہئے اور انسانوں تک دین کی دعوت پہنچانی چاہئے۔ اسی جذبہ کو لے کر آپؒ دہلی سے وطن تشریف لائے۔ وطن واپسی پر مادر علمی جامعہ سراج العلوم کنڈاؤ بونڈھیار ضلع بلرام پور میں مدرس کی حیثیت سے رکھ لئے گئے اور درس وتدریس سے وابستہ ہوگئے۔ ساتھ ہی تبلیغ دین کا فریضہ بھی انجام دینے لگے۔ دل میں یہ خواہش بھی برقرار رہی کہ کوئی اپنا ہم فکر، ہم خیال ساتھی ملے تو باہم مل جل کر جماعت اسلامی ہند کے طریق کار کے مطابق منظم انداز سے دعوت کا کام انجام دیا جائے۔

چنانچہ مولانا وکیل احمد اصلاحی برسپور قادر آبادی مل گئے۔ آپ مدرسۃ الاصلاح سرائے میر سے پڑھ کر آئے ہوئے تھے اور جماعت اسلامی ہند کے رکن تھے۔ دونوں رفیقوں نے مل کر کے طے کیا کہ علاقہ وقرب وجوار میں اقامت دین کا کام کریں گے۔ اس کے لئے منصوبہ بنایا کہ ہفتہ میں ایک اجتماع قادر آباد کی مسجد میں کیا جائے۔ اس اجتماع میں کچھ پڑھے لکھے لوگوں کو شریک کیا جائے۔ چنانچہ ہفتہ واری اجتماع پابندی سے ہونے لگا۔

مولانا مرحوم اور مولانا وکیل احمد اصلاحی کی کوششوں سے مولانا شبیر احمد صدیقی، ماسٹر عبدالجلیل جمال جوت اور مولانا حبیب اللہ قاسمی جمال جوت اکٹھا ہونے لگے۔ پھر یہ نفوس قدسیہ مل کر ڈمریا گنج اور قرب وجوار کی دیہی بستیوں میں پیدل چل چل کر فریضۂ اقامت دین کی ادائیگی میں منہمک ہوگئے۔ اس طرح علاقے میں اسلام کا پیغام انسانوں تک پہنچنے لگا اور آہستہ آہستہ بستی، گونڈہ، بہرائچ اور مشرقی اضلاع میں تحریک اسلامی سے لوگ متاثر ہونے لگے۔ نیک و صالح روحیں غلبۂ دین کے لئے کوشاں ہونے لگیں۔ جس کے نتیجے میں مولانا شبیر احمد صدیقیؒ اور مولانا حبیب اللہ قاسمی جمال جوت جماعت اسلامی ہند کے رکن ہوگئے۔ اس کے بعد حالات کا تقاضا ہوا اور بونڈھیار میں ایک میٹنگ ہوئی جس میں طے ہوا کہ بونڈھیار میں جماعت اسلامی ہند کا ایک بڑا اجتماع کیا جائے۔ اجتماع کی تاریخ طے کی گئی۔ اس اجتماع میں سرائے میر، اعظم گڑھ سے مولانا ابوبکر اصلاحیؒ اور مولانا نظام الدین اصلاحی بطور خاص شریک اجتماع ہوئے۔ یہ اجتماع اپنے مقصد میں بہت ہی کامیاب ہوا۔ کنڈاؤ بونڈھیار اور علاقے کے بہت سے لوگوں نے جماعت اسلامی ہند کے پیغام کو سمجھا، پھر لوگوں کی دلچسپیاں بڑھتی گئیں۔ مگر بعض مختلف مکتب فکر کے علماء نے اس کام کو اپنے لئے فال بد سمجھا اور مولانا مرحوم اور منشی محمد امینؒ کو جماعت کے فعال کارکن ہونے کی وجہ سے جامعہ سراج العلوم بونڈھیار سے خارج کرادیا۔

اس زمانے میں جامعہ سراج العلوم جھنڈا نگر نیپال کی تعلیمی، تنظیمی صورت حال خراب تھی، انتظامیہ تبدیل ہوچکی تھی۔ مولانا عبدالرؤف جھنڈانگری کے چچازاد بھائی عبدالمنان خاںؒ جامعہ کے ناظم مقرر ہوگئے تھے۔ انھوں نے اپنی نظامت میں ادارہ کو صحیح رخ دینے کے لئے مولانا محمد خلیل رحمانی رحمۃ اللہ علیہ کو صدر مدرس کی حیثیت سے دعوت دی اور مولانا مرحوم نے جامعہ سراج العلوم جھنڈا نگر نیپال کی ذمہ داری سنبھال لی۔ اس کے بعد پھر مولانا

عبیداللہ فیضی، چوکونیاں، سدھارتھ نگر (یوپی)

وکیل احمد اصلاحی صاحب بھی مدرس کی حیثیت سے جھنڈا نگر میں بلائے گئے۔ اس طرح ایک سال کی قلیل مدت میں مولانا محمد خلیل رحمانیؒ نے اپنے حسن انتظام اور فہم وفراست، علمی، تنظیمی صلاحیت کی بنا پر ادارہ کو تعلیمی، تربیتی اعتبار سے بہتر بنادیا اور ذمہ داران جامعہ کے علاوہ عوام وخواص سبھی نظام تعلیم وتربیت سے مطمئن ہوگئے۔ قرب وجوار میں دعوت وتبلیغ کا کام بھی جاری رہا۔ جس سے لوگ تحریک اسلامی سے متاثر ہوتے گئے۔ لیکن اسی درمیان کچھ لوگوں نے بدگمانیاں پیدا کر کے ادارہ میں خلفشار پیدا کیا۔ ادارہ کے صاف ستھرے ماحول کو گندہ کردیا گیا۔ چنانچہ تعلیمی سیشن کے پورا ہوتے ہی ناظم جامعہ عبدالمنان خاںؒ کو ادارہ حوالہ کردیا اور مولانا مرحوم نے ذمہ داری سے علیٰحدگی اختیار کرلی اور کہا کہ ادارہ اپنے مقصد کی طرف چل پڑا ہے اس لئے دوسرے اہل علم و دانش آئیں اور کام انجام دیں۔

چنانچہ دوبارہ مولانا عبدالرؤف جھنڈانگری ذمہ دار ہوئے۔ اسی بنائے ہوئے طریق تعلیم وتربیت پر ادارہ کو چلانے لگے۔ اس کے لئے مولانا عبدالشکور دور صدیقی کو صدر مدرس کی حیثیت سے رکھا اور اپنی نگرانی میں چلانے لگے۔ اس طرح ادارہ منزل کی جانب رواں دواں رہا۔ قرب وجوار کے صاحب حیثیت گھرانوں کی نئی نسل علمی پیاس بجھاتی رہی جس کی وجہ سے کدربٹوا، جھنڈانگر، بڑھنی، اکرہرا، بھجوریہ کے لوگوں نے اعلیٰ تعلیم کے لئے اپنے بچوں اور نئی نسل کو درسگاہ اسلامی رام پور، جامعۃ الصالحات رام پور میں داخل کرایا جہاں سے بچوں اور بچیوں نے دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ عصری علوم کی تعلیم حاصل کی۔

مولانا محمد خلیل رحمانیؒ ایک زمانے تک جماعت اسلامی ہند یوپی میرٹھ لکھنؤ، الٰہ آباد ڈویژن کے ناظم بھی رہے۔ جہاں پر آپ نے یکسوئی کے ساتھ جماعت کے نظم وانصرام کو بہتر طریقے سے انجام دیا۔ اس کے علاوہ مرکزی مجلس شوریٰ ، حلقہ کی شوریٰ کے کئی میقات تک رکن کی حیثیت سے بھی کام انجام دیا۔ زندگی کے ہر موڑ پر نظم وڈسپلن کے پابند رہے۔ اور مومنانہ، داعیانہ، زندگی گزارتے رہے۔ ہر لمحہ یہ فکر دامن گیر رہا، کہ انسانوں کو اسلام کے راستے پر لایا جائے اور انھیں جہنم کی آگ سے بچالیا جائے۔

جماعت اسلامی کے نظم سے باضابطہ جڑے ہوئے تھے۔ فراغت کے بعد ہی جماعت کے رکن ہوچکے تھے۔ اس لئے نظم جماعت کے بیحد پابند تھے۔ کبھی کوئی پروگرام نہیں چھوٹنے پاتا تھا۔ ہمہ وقت ذمہ داری کا احساس پنہاں رہتا تھا۔ چنانچہ آزمائش کی گھڑیاں بھی آئیں ۔ جہاں آپؒ کھرے اترے۔ ایک مرتبہ اہلیہ کی طبیعت زیادہ خراب ہوگئی۔ پہلے سے اجتماع کا پروگرام طے تھا۔ جس میں آپؒ کی شرکت ضروری تھی۔ لیکن شریک حیات کی خرابی صحت مانع رہی تھی۔ اہلیہ نے آپ کے احساس کو محسوس کرلیا۔ مولانا کو متفکر دیکھا تو کہا کہ آپ جماعت کے پروگرام میں شرکت کریں اگر میرا انتقال ہوگیا تو آپ کو صرف میرے انتقال کا غم ہوگا۔ اور اگر اجتماع میں نہیں گئے تو اس طرح آپ کے دوغم اٹھانے پڑیں گے ایک تو میرے مرنے کا غم، دوسرے اجتماع میں شریک نہ ہونے کا غم رہے گا۔

ایک مدت کے بعد آپؒ کی طبیعت خراب ہوئی۔ جماعتی ذمہ داریاں کما حقہ ادا نہ کرپاتے تھے اس لئے ذمہ داری سے سبکدوش ہوگئے اور گھر واپس آگئے۔ تو جامعہ سراج العلوم کنڈ بونڈھیار بلرام پور میں پھر مولانا اقبال احمد رحمانیؒ نے آپ کو مدرس کی حیثیت سے بلالیا۔ اور ایک عرصہ تک جامعہ سراج العلوم کنڈاؤ بونڈھیار میں تدریسی خدمات انجام دیتے رہے۔ اسی درمیان وہ منحوس گھڑی بھی آئی۔ جب ملک کی وزیر اعظم اندرا گاندھی نے ملک میں ایمرجنسی لگادی۔ جس میں جماعت اسلامی ہند پر پابندی لگ گئی اور بغیر کسی جرم کے جماعت اسلامی ہند کے ممبران ، ذمہ داران کو جیلوں میں بند کردیا گیا۔ چنانچہ مولانا مرحوم کو بھی جیل جانا پڑا۔ اس طرح آپؒ کو جامعہ سراج العلوم بونڈھیار سے بحالت درس اترولہ کے کوتوال نے گرفتار کیا۔ اور گونڈہ جیل میں تقریباً ایک سال تک مولانا سنت یوسفی ادا کرتے رہے۔

ایمرجنسی کی قید وبند اور جیل کی صعوبتیں برداشت کرنے کے بعد آزاد ہوئے تو جامعہ دارالسلام عمرآباد میں آپؒ کو استاد حدیث کی حیثیت سے بلالیا گیا۔ وہاں آپ ایک سال کتب احادیث کی درس، تدریس میں مصروف رہے۔ ایک سال کی مدت پوری کرکے پھر وطن آکر جامعہ سراج العلوم کنڈاؤ بونڈھیار میں رہنے کو بہتر سمجھا۔ چنانچہ پوری یکسوئی کے ساتھ درس و تدریس کا فریضہ انجام دیتے رہے۔ بالآخر اسی دانش گاہ علم وفن کے ماحول میں اچانک ۲۰۰۱ء میں آپ پر فالج کا حملہ ہوا۔ پھر مسلسل آپ کی صحت خراب ہوتی گئی۔ کمزوری، نقاہت بڑھتی گئی۔ دھیرے دھیرے سماعت، بصارت بھی جاتی رہی اور بستر مرگ پر کروٹیں بدلتے رہے۔ زندگی کے آخری ایام گزارتے رہے۔ آخر کار ۱۰ر نومبر ۲۰۰۸ء دارفانی سے دار آخرت کو کوچ کر گئے اور علاقہ بستی کی عظیم ہستی تحریک اسلامی کا مرد مجاہد اپنے مالک حقیقی سے جاملا۔ آبائی وطن ٹکریا میں تدفین ہوئی۔ نماز جنازہ آپ کے فرزند ارجمند مولانا ظہیر احمد نے پڑھائی۔ مرحوم نے اپنے پیچھے پسماندگان میں پانچ لڑکے، ۳ لڑکیاں اور اہلیہ کو سوگوار چھوڑا ہے۔

●●

بقیہ: "محبت سب کیلئے نفرت کسی سے نہیں"

وطوفان آئے، قحط سالی اور وبائی امراض طاعون وغیرہ پھیل جائے تو یہ جھوٹا مدعی نبوت اُس کو اپنی صداقت وسچائی کا معیار ٹھہراتا ہے۔ آج بھی قادیانیوں کا یہی رویہ ہے کہ اگر کہیں کچھ نقصان ہوجائے یا مصیبت آئے تو وہ فوراً اُس پر اپنے "حضرت" کا الہام چسپاں کردیتے ہیں اور اُس کو مرزا قادیانی کی تکذیب کا نتیجہ قرار دیتے ہیں۔

عقل مند آدمی سمجھ سکتا ہے کہ قتل وموت کی پیش گوئیاں، آفات وامراض کے معیارات اور خود قادیانیوں کا طرز عمل انسانیت کے ساتھ ان کی محبت کو ظاہر کرتا ہے یا ان سے نفرت ودشمنی کو؟ مصیبتیں اور بلائیں سچے اور برگزیدہ رسولوں کے زمانہ میں بھی آئیں لیکن ان پاکیزہ نفوس نے کبھی اس کو اپنی صداقت وسچائی کا نشان نہیں ٹھہرایا، کیونکہ انہیں انسانیت سے محبت وہمدردی تھی، خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک عمل یہ تھا کہ جب کبھی سخت ہوائیں یا آندھیاں چلتیں تو آپ فوراً مسجد کا رُخ کرتے اور ان کے ختم ہونے کی اور ٹل جانے کی دعا فرماتے۔ مکہ مکرمہ کے اطراف میں ایک قبیلہ کے سردار مشرف باسلام ہوئے، اس صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے قبیلہ سے مکہ مکرمہ کو غلہ آتا ہے۔ انہوں نے اسلام لانے کے بعد مکہ مکرمہ کو غلہ کی روانگی پر روک لگادی، یہاں تک کہ مکہ میں قحط سالی کی کیفیت ہوگئی، قریش کے سردار ابوسفیان نے (جو اس وقت مسلمان نہیں ہوئے تھے) مدینہ منورہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں کہلا بھیجا کہ آپ کے وطن اور خاندان کے لوگ فاقوں سے مررہے ہیں کچھ کیجئے! اس پر رحمت دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحم دلی اور ہمدردی بھر آئی۔ آپؐ نے فوراً قبیلہ کے سردار صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو غلہ روانہ کرنے کا حکم فرمایا۔

حضرات انبیاء کرام کی شان تو بہت بڑی ہے، انسانیت کا ایک عام اور معمولی خیر خواہ بھی ہنگامہ اور لرزہ خیز حادثات اور آفات کے موقع پر لوگوں کے دکھ درد میں شریک ہوتا ہے۔ ان سے ہمدردی وتسلی کی باتیں کرتا ہے۔ لیکن قادیانی گروہ کی خساست اور دنائیت دیکھئے کہ آفات وحادثات کے موقع پر مارے خوشی کے بغلیں بجاتے ہیں کہ ہمارے "حضرت کی صداقت کا ایک اور تازہ نشان پورا ہوگیا" ڈاکٹر عبدالحکیم جو ابتداء میں قادیانی تھے اور بعد میں بتوفیق الٰہی تائب ہوگئے، انہوں نے بالکل بجا لکھا کہ:

"زلزلہ سان فرانسکو میں آئے یا فارموسیا کولمبیا میں یا اٹلی میں کہیں طاعون ہو، کہیں کالرا پھیلے، اس کو تکذیب مرزا کا نتیجہ بتلایا جائے، کیا دنیا میں سوائے اس ایک "جرم" کے اور کوئی جرم جناب خداوندی قابل سزا نہیں رہا۔" (الذکر الحکیم ۴/ ۴۸)

ان حقائق کی روشنی میں ہر شخص بآسانی سمجھ سکتا ہے کہ قادیانی نعرہ "محبت سب کے لئے نفرت کسی سے نہیں" میں کہاں تک معقولیت ہے اور اس نعرہ میں کہاں تک صداقت وسچائی ہے؟

قادیانی گروہ ایک گمراہ فرقہ ہے، اس لئے اسے اپنے وجود اور فروغ کے لئے ایسے ہی گمراہ کن اور کھوکھلے نعروں کی ضرورت ہے۔ اہل ایمان، برادران اسلام کو ایسے بے بنیاد اور پُرفریب احمقانہ نعروں سے رتی برابر بھی متاثر ہونے اور فریفتہ ہونے کی ضرورت نہیں، اس لئے کہ دین حق اسلام کا نعرہ ہے۔ "الحب للہ والبغض للہ" اسلام میں محبت ونفرت کا معیار اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، جو اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار اور اطاعت گزار ہے، جو اس کے احکام کی پیروی اور پابندی کرتا ہے اور جن کاموں میں اللہ تعالیٰ کی رضاء وخوشنودی ہے وہ ہمارے لئے محبوب ہے، اگرچہ وہ ہمارے لئے کتنا ہی گراں گزرے، جو اللہ تعالیٰ کا باغی اور نافرمان ہے، اس کے احکام کی پامالی کرتا ہے وہ ہمارے نزدیک مبغوض ہے اگرچہ وہ قریبی رشتہ دار اور عزیز دوست ہی کیوں نہ ہو، اسلامی تاریخ گواہ ہے کہ اہل ایمان نے دین حق کے اس نعرہ "محبت بھی اللہ کے لئے، نفرت بھی اللہ کے لئے" کی حقیقت اور صداقت کو ہر دور میں باقی رکھا، مرزا قادیانی نے تو اپنے تربیت یافتہ لوگوں کو "خودغرض بھیڑیئے اور درندے" جیسے الفاظ سے یاد کیا، اس کے برخلاف خود باری تعالیٰ نے کلام پاک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی راست تربیت یافتہ صحابہ کرامؓ کی مقدس جماعت کا یوں تذکرہ فرمایا"

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ ہیں (صحابہ کرامؓ) وہ کفار کے لئے بہت سخت ہیں اور آپس میں انتہائی مہربان اور رحم دل ہیں۔" (الفتح)

ایک جگہ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"خود پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ انہیں کتنی ہی سخت ضرورت کیوں نہ ہو۔"

صحابہ کرامؓ کی باہمی محبت کی سب سے بڑی اور روشن مثال انصار ومہاجرین کے درمیان مواخات وبھائی چارگی کا واقعہ ہے۔ مہاجر صحابہ کرامؓ مکہ مکرمہ میں اپنا سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر بے سروسامان مدینہ منورہ آگئے، یہاں انصار صحابہ کرامؓ نے انہیں ہاتھوں ہاتھ لیا اور اپنے گھربار، مال ودولت، زمین وجائداد ہر چیز میں انہیں شریک کیا، یہاں تک اگر ایک انصاری صحابیؓ کے پاس دو بیویاں تھیں اس نے اپنے مہاجر بھائی سے کہا کہ یہ میری بیویاں ہیں ان میں سے تمہیں جو پسند ہو اُس کو طلاق دے دوں گا، انصار صحابہ کرامؓ نے محبت اور اخوت وبھائی چارگی کی آخری انتہا کردی، انسانی تاریخ قیامت تک اس بے لوث وبے غرضی باہمی محبت وتعلق کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔

اسی طرح صحابہ کرامؓ کو اگر کسی سے نفرت وعداوت تھی تو اُس کی بنیاد بھی اللہ تعالیٰ کی ذات تھی اور اس میں ان برگزیدہ ہستیوں نے اپنے سگے باپ اور لاڈلی اولاد کی بھی پرواہ نہیں کی، منافقین کے سردار ابی بن سلول کی شرارتیں اور بدتمیزیاں بہت بڑھ گئیں تھیں، بعض صحابہ کرامؓ نے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے قتل کی اجازت چاہی، اس کی خبر ابی بن سلول کے فرزند نیک دل اور سچے مسلمان حضرت عبداللہ کو ہوئی آپ نے بارگاہ رسالت میں حاضر ہوکر عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)! کسی دوسرے کو قتل کی اجازت دینے کے بجائے مجھے حکم فرمائیں کہ میں اپنے منافق باپ کا سر لاکر آپ کے سامنے پیش کردوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرا ایسا کوئی ارادہ نہیں ہے۔ حضرت ابوبکرؓ کے فرزند حضرت عبدالرحمٰن اسلام لانے کے بعد اپنے والد محترم سے کہتے ہیں کہ ابا جان! آپ غزوہ بدر میں میری تلوار کی زد میں آگئے تھے لیکن میں نے آپ کا لحاظ کرتے ہوئے اپنی تلوار ہٹالی۔ یہ سن کر حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا "بیٹے! اگر تم میرے قابو میں آتے تو میں تمہاری گردن اڑا دیتا اور مجھے تمہارے بیٹا ہونے کا ذرہ برابر بھی خیال اور لحاظ نہیں ہوتا۔"

یہ اور اس طرح کی بے شمار مثالیں اسلامی تاریخ میں موجود ہیں، جو اسلام کے نعرہ "الحب للہ والبغض للہ" کی معقولیت اور صداقت کو روز روشن کی طرح ثابت کرتی ہیں، یہ نعرہ ہمارے لئے طرۂ امتیاز اور سرمایۂ فخر وناز ہے اور اس کو ہم اپنی زندگی کا شیوہ اور شعار بنائیں تاکہ روز قیامت بارگاہ خداوندی میں ہم سرخرو ہوں۔

●●

خود روزگاری کیلئے فوڈ پروسیسنگ اسکیم

آج کے دور میں عالمی منڈی میں ڈبہ بند غذاؤں کا ڈیمانڈ روز بروز بڑھتا جارہا ہے، دیسی بازار کے ساتھ ساتھ بدیسی بازار میں بھی ڈبہ بند غذاؤں کے ایکسپورٹ کے کافی امکانات ہیں۔ دنیا کے غذائی بازار میں ہندوستان کی حصہ داری محض تقریباً ایک فیصدی ہے۔ پھل اور سبزیوں سے بہت سے قسم کی پروسیسڈ مصنوعات تیار کی جاسکتی ہیں اور ان کو دیہی سطح پر چھوٹی چھوٹی کاٹیج صنعت کے دھندوں کی شکل میں قائم کیا جاسکتا ہے جو خاص خاص درج ذیل ہیں:

جام جیلی ماملیڈ:

جام جیلی ماملیڈ بنانے کے لئے پھلوں کا رس، پیکٹن اور چینی وغیرہ خام مال کی ضرورت پڑتی ہے۔ رس اور پیکٹن پھلوں سے ہی ملتا ہے، رس پیکٹن اور چینی کی صحیح مناسبت سے ملائے گئے مکسچر کو گرم کرکے اچھی طرح ملایا جاتا ہے۔ جو ٹھنڈا کرنے پر نیم شفاف مادہ میں تبدیل ہوجاتا ہے۔ اسی بنیاد پر جام جیلی اور ماملیڈ بنایا جاتا ہے۔ ان کو بنانے کے لئے ایسے ہی پھلوں کا چناؤ کرتے ہیں جن کا رس کھٹا میٹھا اور پیکٹن کی مقدار کافی ہو۔

جیلی بنانے کا طریقہ:

دس کلوگرام امرود کی جیلی بنانے کے لئے دو کلوگرام کچے اور ۸ کلوگرام ادھ پکے امرود کے پھلوں کا چناؤ کرنا چاہئے۔ اچھی کوالٹی کے امرود کا انتخاب کریں اور انہیں پانی سے اچھی طرح دھولیں۔ اس کے بعد پھلوں کو چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں کاٹ لیتے ہیں پھر اتنی ہی مقدار میں پانی ملا کر دھیمی آنچ پر اُبالا جاتا ہے، اُبالنے کے دوران انہیں چمچے سے چلاتے رہنا چاہئے جس سے پھلوں کا رس اچھی طرح نکل جاتا ہے اس کے بعد اسے ململ کے کسی کپڑے سے چھان لیتے ہیں اس کو کپڑے میں ڈالنے کے بعد خود بخود چھننے دینا چاہئے، دبا کر چھاننے سے جیلی کی کوالٹی خراب ہوتی ہے اب چھنے ہوئے گودے میں پہلے کے مقابلے میں آدھا پانی ملا کر پھر ۱۵ منٹ گرم کریں اس کے بعد پھر رس پانی ملا کر پھر ۱۵ منٹ اُبالنا چاہئے اس کے بعد رس کو پھر چھاننا چاہئے اور پہلے سے تیار رس کو دھیمی آنچ میں گرم ہونے کے لئے رکھ دیتے ہیں اس کے بعد اس میں رس کے برابر مقدار میں چینی لے کر اس میں دھیرے دھیرے ملاتے ہیں جس سے چینی رس میں اچھی طرح مل جائے پھر اس رس میں دوبارہ مہین کپڑے سے اچھی طرح چھان لیتے ہیں تاکہ رس کی ساری گندگی نکل جائے اس تیار رس میں ۵ گرام سائٹرک ایسڈ فی لیٹر رس کے حساب سے ملاتے ہیں۔ پھر اس رس کو دھیمی آنچ پر اس وقت تک اُبالتے ہیں جب تک جیلی بن کر تیار نہ ہو جائے۔ اس دوران جیلی کا درجہ حرارت ۱۰۵ ڈگری سینٹی گریڈ ہوجاتا ہے۔ اسے جیلی تیار ہونے کا ایک نقطہ مان لیتے ہیں۔ یہ جاننے کے لئے تھرمامیٹر کے ذریعہ درجہ حرارت ناپ لیتے ہیں۔ دوسرے طریقہ سے بھی اس کا پتہ

باقی صفحہ ۸ پر

خطوط ومسائل

اگر سچائی وہی ہے جس کا چرچا ہورہا ہے......

۲۶ر نومبر ۲۰۰۸ء ممبئی کے لئے بدترین دن کہلائے گا جب وہاں کئی مقامات پر دھماکے ہوئے۔ عروس البلاد کے تین معروف ہوٹلوں پر دہشت گردوں نے قبضہ کرلیا اور درجنوں لوگوں کو یرغمال بنا کر مسلسل تین روز تک ہندوستانی مسلح دستوں سے مقابلہ کیا۔ ان میں کا ایک دہشت گرد زندہ پکڑا گیا ہے۔ دہشت گردانہ کارروائی چند بیرونی عناصر نے انجام دی یا اس کے ابتدائی مرحلے میں مقامی دہشت گرد اور غیر سماجی عناصر بھی داخل ہوگئے تھے اس کی حقیقت تو بعد میں معلوم ہوگی البتہ ممبئی پولیس کے مخالف دہشت گردی دستے اے ٹی ایس کے اعلیٰ عہدے داروں کی ہلاکت میں مذکورہ حقیقت کے کئی راز پوشیدہ ہیں۔ معلوم نہیں کہ ان رازوں سے کبھی پردہ اُٹھ بھی سکے گا یا نہیں۔ واضح رہے کہ مذکورہ عہدیدار مالیگاؤں بم دھماکہ میں سنگھ پریوار کے مبینہ کردار کے سلسلہ میں کلیدی تحقیقات کررہے تھے اور ان کے بارے میں سنگھ پریوار کے قائدین مسلسل نکتہ چینی کررہے تھے۔ آر ایس ایس کے ترجمان آرگنائزر کی کئی اشاعتیں اس بات کی گواہ ہیں کہ مذکورہ عہدیداروں کو کس قدر نفرت سے دیکھا جارہا تھا، لیکن بعد از مرگ ان کے ورثاء پر روپیوں کی بارش ہونے لگی ہے۔ سنگھ پریوار کا یہ دوغلا پن بھی اپنی مثال آپ ہے۔ اس دہشت گردانہ حملہ میں ہمارے نیک نہاد پڑوسی کا کردار بہت نمایاں ہوکر لایا جارہا ہے اور بحیثیت مسلمان ہم منھ دکھانے کے قابل نہیں رہیں گے اگر سچائی وہی ہے جس کا چرچا ہورہا ہے۔ اُس ملک کے کچھ انتہا پسند باشندے اپنے جذبہ انتقام کی تسکین میں انسانیت کی ساری حدیں پھلانگ جائیں گے اور اسلام کے نام پر بدنما داغ لگادیں گے اس کا احساس ہندوستانی مسلم قیادت کو ہونا ضروری ہے۔ کیا ہی اچھا ہو کہ ان کا ایک نمائندہ وفد وہاں جاکر لوگوں کو یا ان کی سنجیدہ قیادت کو سمجھائے کہ بخدا دہشت گردی کی ہولناک کاریوں کے انجام کو سمجھیں اور امن وامان کے قیام سے گفت وشنید کا ماحول پیدا کریں اور یہ نہ سمجھیں کہ برصغیر کے کسی خطے کا امن خاکستر ہوا تو دوسرے خطے والے امن وچین سے رہ سکیں گے۔

سید شکیل احمد نور، ۴۹۹، پرانی حویلی، حیدرآباد ۵۰۰۰۰۲

آخر یہ کس سازش کا حصہ ہے؟

ایک طرف تو اے ٹی ایس کے ذریعہ ہندوفسطائی جماعتوں سے متعلق بم دھماکوں کے ملزمین کو بے نقاب کرنے کی کوشش کی جارہی ہے جس کی وجہ سے کم از کم اتنا تو ہوا ہے کہ بھارت کا ایک عام شہری بھی یہ سمجھنے لگا کہ واقعی کسی خاص سازش کے تحت مسلمانان ہند کو زبردستی دہشت گرد بنا کر پیش کیا جارہا ہے۔ جب کہ پردے کے پیچھے کوئی اور ہی چہرے اور دماغ پوشیدہ تھے۔ مگر دوسری جانب آج بھی تمام ہندتوا وادی فسطائی جماعتوں کے قومی سطح کے رہنما بشمول آسام کے وزیر اعلیٰ اور ذرائع ابلاغ اور گجرات کی پولس ایک خاص مقصد کے تحت اور موجودہ بدلتے ہوئے حالات کے پیش نظر عوام کی توجہ اصل معاملے سے ہٹانے کے لئے مالیگاؤں، حیدرآباد اور ملک کے دوسرے علاقوں میں ہوئے بم دھماکوں بالخصوص گجرات کے سلسلے میں روزانہ ہی متواتر نت نئی کہانیاں گڑھ کر عوام کے سامنے پیش کررہے ہیں۔ ان کہانیوں کے ذریعے پوری قوت کے ساتھ یہ پروپیگنڈا کیا جارہا ہے کہ آج بھی دہشت گردی کا دائرہ صرف مسلمانوں کے ارد گرد ہی گھومتا ہے اور دراصل مسلمان ہی دہشت گرد ہیں۔ صاف ظاہر ہے کہ اس کا مقصد ہندتوا وادی دہشت گردوں اور ملزمین کو ایک طرف کلین چٹ دینا ہے تاکہ بعد میں وہ سب باعزت طور پر عدالتوں سے بری ہوجائیں تو دوسری طرف مسلمانان ہند کو دوبارہ دہشت گرد بنا کر غدار وطن قرار دے کر انہیں دوسرے درجے کا شہری ظاہر کرنے کی کوشش ہے۔ ادھر مرکزی حکومت کا نئی دہلی کے بٹلہ ہاؤس کی فائرنگ میں ہلاک ہونے والے دو مسلم نوجوانوں اور ایک پولیس انکاؤنٹر اسپیشلسٹ کے سلسلے میں انکوائری سے انکار کس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے یہ سب سمجھتے ہیں۔

فہیم الدین، دت نگر، ناگپور، ۴۴۰۰۰۱

مسلم سیاسی پلیٹ فارم وقت کی ضرورت

۷ر دسمبر کے سہ روزہ دعوت میں اقبال احمد انجینئر صاحب کا مضمون "کیا مسلم متحدہ سیاسی پلیٹ فارم وقت کا تقاضا ہے؟" نظر سے گزرا مضمون بہت خوب اور وقت کی ضرورت ہے ملت کے نوجوانوں کی پکار ہے۔ اس وقت ملت کی جو حالت ہے کسی سے مخفی نہیں۔ قیادت نام کی کوئی چیز ملت اسلامیہ ہند کو میسر نہیں ہے۔ کچھ مسلم تنظیمیں یا کچھ نام نہاد سیکولر پارٹیوں میں مسلم چہرے ملت کی ضرورت پوری کرنے کے لئے ناکافی ہیں۔ کیا وہ افراد جو اپنی ضمیر کی آواز دبا کر پارٹی لائن پر بولنے پر مجبور ہیں ان سے ملت کی قیادت کا کام لیا جاسکتا ہے؟ کیا بابری مسجد کی شہادت کے بعد کسی کانگریسی مسلم وزیر نے استعفیٰ دیا؟ یا پھر جب میرٹھ اور ملیانہ کے فسادات کے مقدمے واپس لئے گئے تو کسی بی ایس پی مسلم لیڈر نے احتجاج کیا؟ یا آج بھی مسلم مسلمانوں کو آتنک واد کے نام پر پولیس کے ذریعہ پریشان کئے جانے پر مایاوتی کے مسلم چہرے کچھ کرپارہے ہیں؟ حد تو یہ ہے کہ یوپی کی وزیر اعلیٰ نے ان نقاب پوش مظلومین سے ملنا بھی گوارا نہ کیا جو مہینوں سے ان کے دروازے پر دھرنے پر بیٹھیں رہیں۔ آج اگر ہمیں ملت کی حیثیت میں زندہ رہنا ہے تو اس سیاسی میدان میں خود اپنے دم خم پر کودنا ہی پڑے گا۔ اس کے ذریعہ ہی ہم دکھا سکتے ہیں کہ سیاست میں بھی بے لوث خدمت کی جاسکتی ہے۔ امت کے افراد اس میدان میں بھی اپنا وقت، اپنی صلاحیتیں اور سرمایہ لگا سکتے ہیں۔ اٹھئے ملت آپ کی راہ تک رہی ہے۔ تمام اندیشے غلط ہیں یہ صرف قربانیوں سے راہ فرار ہے۔ جلدی کیجئے ابھی وقت ہے اور یہی اس کام کے لئے مناسب ترین وقت ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ امت اپنے سیاسی لیڈران کی طرح اپنے مذہبی لیڈران، خصوصاً تحریک اسلامی، سے بھی مایوس ہوجائے۔ لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ اس ملک میں مظلوم صرف مسلمان ہی نہیں دوسرے افراد بھی ہیں ان سب کو ساتھ لینے میں آخر حرج ہی کیا ہے لیکن فیصلہ کن طاقت بہرحال اپنے ہاتھ میں ہی ہونی چاہئے۔

ڈاکٹر ضیاء الرحمٰن بدایوں، یوپی

اہم خبروں کا اختصار

ملکی

● نئی دہلی- وزیراعظم منموہن سنگھ نے سرحد پرکشیدگی کے پیش نظر پی ایم او میں تینوں افواج کے سربراہوں اور قومی سلامتی کے مشیر ایم کے نارائنن کے ساتھ ایک اعلیٰ سطحی میٹنگ کی۔ فوج کو پہلے ہی ہائی الرٹ کیا جاچکا ہے۔ اور ریاستی سرکاروں، ہوائی اڈوں اور حفاظتی ایجنسیوں کو رہنماہدایات جاری کی جاچکی ہیں۔

● نئی دہلی- سعودی عرب کے وزیر خارجہ شہزادہ سعود الفیصل نے ہندوستان کا ایک روزہ دورہ کیا۔

● نئی دہلی- سماج وادی پارٹی کے صدر ملائم سنگھ یادو نے لوک سبھا انتخابات میں کانگریس کے ساتھ نشستوں کے تال میل کو آخری شکل دینے کی ذمہ داری پارٹی کے قومی جنرل سکریٹری امرسنگھ کے سپرد کی ہے۔

● نئی دہلی- اطلاعات کے مطابق مرکزی حکومت آئندہ لوک سبھا انتخابات کوپیش نظر رکھ کر بجٹ کی تیاریوں میں مصروف ہوگئی ہے۔

● مدورئی- ایک دہائی کی جدوجہد کے بعد آخرکار تیرونیلولی گاؤں کے دلت اعلیٰ ذاتوں کی بندشوں کو توڑتے ہوئے ضلعی انتظامیہ کی مدد سے کانگورمیرمن مندر میں داخل ہونے میں کامیاب ہوگئے۔

● نئی دہلی- لوک سبھا اور راجیہ سبھا چینل کے طرز پر تقریباً ایک درجن ریاستی اسمبلی نے اپنا چینل قائم کرنے کی تجویز پیش کی ہے۔

● نئی دہلی- سی بی ایس ای نے دسویں اور بارہویں کلاسوں کے بورڈ امتحانات ۲رمارچ ۲۰۰۹ء سے کرانے کااعلان کیا ہے، دسویں کے امتحانات ۲رمارچ سے ۳۰رمارچ تک اور بارہویں کے امتحانات ۲رمارچ سے ۲رابریل تک ہوں گے۔ امتحانات کا ٹائم ٹیبل اس کی ویب سائٹ www.cbse.nic.in پر ہے۔

● فرید آباد- مالیگاؤں بم دھماکہ کی جانچ کرنے والی مہاراشٹرا ے ٹی ایس نے معاملہ کے اہم ملزم سوامی امرتانند عرف دیانند پانڈے کے مقامی تعلقات کی جانچ کرتے ہوئے یہاں دودنوں میں تقریباً ایک درجن لوگوں سے پوچھ گچھ کی۔

● نئی دہلی- ہندوستان اور مالدیپ نے مالدیپ کے صدر محمد نشید کے دورہ کے دوران شہری ہوا بازی کے شعبہ میں باہمی تعاون کو مستحکم کرنے اور مالدیپ کو سو ملین ڈالر کا قرض دینے کے ایک معاہدے پر دستخط کئے۔

● ممبئی- شیوسینا کے سربراہ بال ٹھاکرے نے مہاراشٹر نونرمان سینا پر سخت تنقید کرتے ہوئے کہا کہ وہ نونرمان سینا کو سیاسی زاویہ سے ہی نہیں دیکھتے بلکہ چندنوجوانوں کی ایک ٹولی راج ٹھاکرے کے اردگرد گھومتی ہے اور انہیں ایک اہم شخصیت بناکر پیش کرتی ہے اور راج ٹھاکرے بھی اس غلط فہمی کے شکار ہیں کہ وہ ایک اہم شخصیت ہیں۔

● نئی دہلی- ۱۳ردسمبر کو ختم ہوئے ہفتہ میں افراط زر کی شرح ۶.۸۴ فیصد سے گھٹ کر ۶.۶۱ فیصد ہوگئی۔

● چنئی- الیکشن کمشنر نوین بی چاؤلہ نے یہاں کہا کہ الیکشن کمیشن دھیرے دھیرے لوک سبھا انتخابات کی تیاری کررہا ہے۔

● اوریا- پی ڈبلیو ڈی انجینئر منوج کمار گپتا کے قتل کے الزام میں بہوجن سماج پارٹی کے ممبر اسمبلی شیکھر تیواری اور ان کے دیگر تین ساتھیوں کو ناسا کے تحت گرفتار کرلیا گیا۔ قومی انسانی حقوق کمیشن نے بھی قتل کی بابت حکومت یوپی سے جواب طلب کیا ہے۔

● نئی دہلی- مرکزی وزیر خارجہ پرنب مکھرجی نے امریکی وزیر خارجہ کنڈولیزا رائس اور چینی وزیر خارجہ یانگ جیچی کی اس تجویز کو مسترد کردیا ہے جس میں پاکستان پر دباؤ ختم کرنے اور مذاکرات کرنے کی بات کہی گئی تھی۔

● ممبئی- مہاراشٹر اے ٹی ایس نے مالیگاؤں بم دھماکہ معاملہ میں ابھنو بھارت کی سربراہ ہمانی ساورکر سے پوچھ گچھ کی۔

● نئی دہلی- حکومت نے بڑے پیمانے پر امپورٹ ہونے والے زہریلے میٹریل کے کھلونوں پر روک لگادی ہے۔

● نئی دہلی- ملک میں اپ لنک ہوچکے ۳۵۷ پرائیویٹ چینلوں میں نیوز چینلوں کی تعداد ۱۹۷ ہوگئی جو مختلف زبانوں میں ہیں۔ دیگر چینلوں کی تعداد ۱۶۰ ہے۔

● جے پور- بجلی کے مرکزی وزیر مملکت جے رام رمیش نے پاکستان کے ساتھ جنگ کے امکان کو خارج کرتے ہوئے کہا کہ اس وقت ہندو پاک سرحد پر فوجی ہلچل کی خبر امریکی، ہندوستانی اور پاکستان میڈیا کی اپج ہے۔

بین الاقوامی

● اسلام آباد- پاکستان نے سرحد پر کشیدگی کے پیش نظر بین الاقوامی سرحد کے اہم مقامات پر فوجیوں کو تعینات کیا ہے۔ مسلح فورسیز کی چھٹیاں منسوخ کردی ہیں اور سیکورٹی الرٹ کا اعلان کیا ہے۔

● ماسکو- روس افغانستان کو انسانی ہمدردی کی بنیاد پر اگلے ماہ ۱۵ ہزار ٹن آٹا فراہم کرے گا۔ روس کا کہنا ہے کہ دور دراز علاقوں میں سخت سردی اور اشیاء ضروریہ کی قلت کے باعث افغانستان کو آٹا فراہم کیا جارہا ہے۔

● لندن- برطانوی جیلوں میں ستمبر ۲۰۰۵ء سے ہندوستانی قیدیوں کی تعداد میں ۳۵ فیصد کا اضافہ ہوا ہے اور ابھی ۳۵۰ ہندوستانی ملک کی مختلف جیلوں میں نظر بند ہیں۔ یہ جانکاری وزارت انصاف نے ممبران پارلیمنٹ کے ایک سوال کے جواب میں مختلف ملکوں کے قیدیوں کی تعداد بتاتے ہوئے دی۔

● واشنگٹن- امریکہ کی میگزین "ٹائم" نے پاکستانی صدر آصف علی زرداری کو سال ۲۰۰۸ء کی ۱۲۰ اہم شخصیات کی فہرست میں شامل کیا ہے۔

● کابل- افغانستان کے صوبہ کنڑ میں ایک راکٹ حملے میں تعمیراتی کمپنی کے چار اہلکار ہلاک ہوگئے۔

● بغداد- عراق کے مغربی شہر رمادی کے ایک تھانے میں تصادم کے دوران تین عسکریت پسند قیدی تھانے سے بھاگ گئے جب کہ سات پولیس جوان اور سات عسکریت پسند ہلاک ہوگئے۔

● انقرہ- جنوب مشرقی ترکی میں کرد باغیوں کے حملے میں تین فوجی ہلاک ہوگئے۔

● نیویارک- ہندنژاد امریکی خاتون منجو گنیری والا کو ورجینا کے وزیر مالیات کے عہدے پر فائز کیا گیا ہے۔

● اسلام آباد- یورپی یونین کے تین ملکوں نے اپنے اس منصوبے کو منسوخ کردیا جس کے تحت انہوں نے ۲۶رنومبر کو ممبئی حملوں کے بعد ہندوستان اور پاکستان کے درمیان ثالثی کرانے کی پیش کش کی تھی کیونکہ اس بارے میں ہندوستان کا جواب نفی میں تھا۔

● منیلا- جنوبی فلپائن میں ہوئے ایک بم دھماکہ میں کم ازکم ۲۶ رافراد زخمی ہوگئے۔

● سان سلواڈور- لاطینی امریکی ملک ال سلواڈور نے کہا ہے کہ اقوام متحدہ کے حکم کی میعاد پوری ہونے کے ساتھ ہی اس نے عراق سے اپنی فوج واپس بلانی شروع کردی۔ نکاراگوا ہونڈواس اور وومنگ جمہوریہ کے بعد ال سلواڈور واحد لاطینی امریکی ملک تھا جس کی فوج عراق میں رہ گئی تھی۔

● اسلام آباد- امریکی جوائنٹ چیف آف اسٹاف کے چیئرمین ایڈمرل مائیکل مولن نے کہا ہے کہ امریکہ پاکستانی فوج کے ساتھ تعلقات کو کافی اہمیت دیتا ہے تاکہ ہندوستان اور پاکستان کے درمیان کشیدگی ختم ہو اور دہشت گردی کے خلاف جنگ جیتی جاسکے۔

● اسلام آباد- پاکستان کے وزیر اعظم یوسف رضا گیلانی نے کہا ہے کہ پاکستان کبھی بھی ہندوستان کے ساتھ جنگ میں پہل نہیں کرے گا۔ وہ اسی وقت کارروائی کرے گا جب اس پر جنگ تھوپی جائے گی۔

● اسلام آباد- روزنامہ "اوصاف" کی رپورٹ کے مطابق ہندوستان کی طرف سے جنگ کی دھمکی کے پیش نظر پاکستان او آئی سی سے مدد طلب کرے گا۔

● سراجیوو- عراق میں ایک صحافی کے ذریعہ امریکی صدر جارج ڈبلیو بش کو جوتا مارنے کے طرز پر ایک بوسنیائی ویب سائٹ پر سرب لیڈر کو جوتا مارنے کی دعوت دی گئی ہے اور یہ کہا گیا ہے کہ اگر آپ حقیقی زندگی میں کسی سیاستداں کو جوتا نہیں مارسکتے تو معنوی دنیا میں ایسا کرسکتے ہیں۔

● کولمبو- سری لنکا کی فوج نے تمل باغیوں کے خلاف جوابی کارروائی میں ۱۸ باغیوں کو مارگرایا۔

● ماسکو- روس کے صدر دیمتری میدیدیوف نے کہا ہے کہ ان کا ملک مغربی ملکوں کے ساتھ کوئی سمجھوتہ نہیں کرے گا اور ملک کے مفاد میں طاقت کے استعمال سے گریز نہیں کرے گا۔

● کھٹمنڈو- نیپال کے وزیر اعظم پرچنڈ نے کہا ہے کہ ان کی ماؤنواز پارٹی میں کچھ شاہ حامی داخل ہوگئے ہیں اور وہی عناصر ملک میں ہنگامہ اور تشدد برپا کررہے ہیں۔ پریس پر حملہ بھی ان ہی عناصر نے کیا۔

تری رہبری کا سوال ہے......

خلیل احمد خلش، مرادآباد

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی اور جامعہ ملیہ اسلامیہ جیسی درسگاہیں کس لئے فرقہ پرستوں کے نشانے پر ہیں؟ یہ دونوں یونیورسٹی کیوں فرقہ پرستوں کی آنکھوں میں کھٹکتی ہیں؟ یہ اب سب جان گئے ہیں۔ فرقہ پرستوں کے منصوبے کیا ہیں؟ "بٹلہ ہاؤس آپریشن" کیسے ہوا؟ کیوں ہوا؟ سب پہچان گئے ہیں۔ مسلم یونیورسٹی کے اقلیتی کردار کولے کر ماضی میں بھی کافی بحث ومباحثے ہوچکے ہیں۔ علی گڑھ یونیورسٹی کے طلباء کے کیریئر کو برباد کرنے کے لئے بھی ماضی میں کیا کیا ہوا، اس کے اقلیتی کردار کو تباہ کرنے کے لئے کیسے کیسے ہتھکنڈے اپنائے گئے، کیسے کیسے کھیل کھیلے گئے۔ یہ سب کچھ جگ ظاہر ہوچکا ہے۔ حال ہی میں جامعہ ملیہ اسلامیہ کے طلباء کے ساتھ انکاؤنٹر کی شکل میں جو بھیانک کھیل کھیلا گیا، اس کے پس پردہ کیا سازش تھی۔ کیا منصوبہ تھا، یہ بھی اہل علم ودانش بخوبی جانتے ہیں۔ ان مسلم یونیورسٹیوں اوران کے مستقبل کے تعلق سے اندیشوں کولے کر اہل قلم کافی خامہ فرسائی کرچکے ہیں۔ لیکن یہ کسی کے وہم اور گمان میں بھی نہ تھا کہ جامعہ نگر میں ۱۹رستمبر ۲۰۰۸ء کو ایسا خونی ڈرامہ ہوگا جو جامعہ کے طلباء کے مستقبل پر سوالیہ نشان ہی لگادے گا۔ L-18 فلیٹ میں جامعہ ملیہ اسلامیہ کے دونو جوانوں کا جس طرح اور جن حالات میں مبینہ انکاؤنٹر ہوا اس نے کئی سوال کھڑے کردیئے۔ جن کا جواب اگر ڈھونڈ لیا گیا تو ایسے بہت سے سازشانہ انکاؤنٹروں کا سچ سامنے آسکتا ہے، جن کی وجہ سے متعدد تعلیم یافتہ نوجوان اپنے ناکردہ گناہوں کی سزا پارہے ہیں اوران کے خاندانوں پر خوف ودہشت کے سائے منڈلا رہے ہیں۔ بٹلہ ہاؤس کی پولیس کہانی فرضی تھی۔ یہ بات ہمارے غیر مسلم برادران اور غیر مسلم دانشوران اور سماجی کارکنان نے بھی کہی ہے۔

بٹلہ ہاؤس میں مقیم مبینہ "دو دہشت گردوں" (عاطف اور ساجد) کو "انڈین مجاہدین" کے دہشت گردوں کے نام پر مارا گیا ہے۔ حالانکہ اس تنظیم کے وجود کی تصدیق کہیں سے بھی نہیں ہوسکی ہے۔ اس کھیل میں انسپکٹر موہن چندشرما بھی جو انکاؤنٹر اسپیشلسٹ تھے، "کام آگئے" اور جس طرح انکاؤنٹر کرنے کے ماہر اس پولیس افسر کا دہشت گردوں کے ذریعہ "انکاؤنٹر" ہوا اس کا بھی دردمندل رکھنے والے سبھی درد مندوں کو افسوس ہوا ہوگا۔ اس انکاؤنٹر کی صداقت سے پردہ اٹھانے کا مطالبہ کچھ اہم سوالوں کولے کر ملک کی سیکولر اور سنجیدہ وفہمیدہ ہستیاں اب تک کررہی ہیں۔ کیوں کہ پولیس کی انکاؤنٹر کی کہانی کسی موٹی عقل والے کے حلق سے بھی نہیں اتر رہی ہے۔ سب سے پہلا سوال جو اس انکاؤنٹر کے فرضی ہونے کے تعلق سے ذہن میں گردش کرتا ہے وہ یہ ہے کہ "خوفناک دہشت گردوں" سے مقابلہ کرنے پہنچا، ایک جہاندیدہ اور تجربہ کار انکاؤنٹر اسپیشلسٹ آخر کیوں اس وقت بلٹ پروف جیکٹ پہنے ہوئے نہیں تھا اور مقابلے کے وقت گولی اس کی پیٹھ یا کندھے پر لگنے کا راز کیا ہے؟ دوسرا یہ کہ محمد عاطف نے کرایہ داری کی تصدیق کے سلسلے میں جو دستاویزی ثبوت پیش کئے تھے ان میں دی گئی معلومات بالکل صحیح تھیں۔ تیسرا یہ کہ پولیس نے ہلاک شدگان کے چہرے کسی کو نہیں دکھائے۔

چوتھا سوال یہ کہ پولیس نے دھاکوں کے چشم دید گواہوں کے روبرو ہلاک شدگان اور گرفتار شدگان دونوں کی شناختی پریڈ کس وجہ سے نہیں کرائی؟ علاوہ ازیں لوگوں نے حقائق کا پتہ لگانے کے لئے ایک طرف جہاں اس انکاؤنٹر کی عدالتی جانچ کا پرزور مطالبہ کیا تھا تو دوسری طرف شک وشبہات کے ازالے کے لئے حق اطلاعات کا بھی سہارا لیا تھا اور دہلی پولیس سے مارے گئے افراد کی پوسٹ مارٹم رپورٹ اور ایف۔ آئی آر کی کاپی سمیت کچھ اور جانکاریاں مانگی تھیں جن میں ایک "ایمس" (AIMS) میں پیش کردہ عرضی میں یہ انکوائری بھی شامل تھی کہ تصادم کے بعد کتنی لاشیں، کس وقت اسپتال میں لائی گئیں، کتنی لاشوں کا پوسٹ مارٹم ہوا اور اس عمل میں کن ڈاکٹروں نے حصہ لیا؟ بعد کی خبروں میں بتایا گیا کہ حقائق کی جانکاری فراہم کرنے میں "ایمس" نے آنا کانی کی اور پولیس نے بھی اس سے گریز کیا، کیوں؟

افسوس اس بات کا ہے کہ رازہائے سربستہ سے پردہ سرکانے والے، پردہ اٹھا کر درویش صورت، شیطان سیرت لوگوں کے چہرے دکھانے والے ہی یکے بعد دیگرے دنیا سے اٹھتے جارہے ہیں اور بار بار بم دھماکوں اور پھر دھماکہ بازوں کو پکڑنے کے لئے ہونے والے انکاؤنٹروں میں اصل دہشت گردوں یا دہشت گردوں کو استعمال کرنے والے اصل پردے کے پیچھے کے فنکاروں کے چہروں پر سے نقاب ہٹانے کی ساری تدبیریں ناکام ہوتی جارہی ہیں اور نتیجے میں بے خبر اور بے قصور لوگ اپنے ناکردہ گناہوں کی سزا پارہے ہیں۔ یہ تو بہت ہی برا ہورہا ہے۔ بے قصوروں کو اس عذاب سے بچانے والے اور قصورواروں کو کیفر کردار تک پہنچانے والے ہمارے ملک کے جانباز سپاہی بھی مارے جارہے ہیں۔ یہ تو ملک کی آبرو، ملک کی سالمیت کا بھی سوال ہے، مقدس آئین اور جمہوریت کی آبرو کا بھی سوال ہے۔ یہ سب برداشت نہیں ہونا چاہئے۔ اگر کچھ لوگ یہ کہہ رہے ہیں کہ مسٹر ایم سی شرما کے شہادت کیس اور ممبئی کے "تاج انکاؤنٹر" میں شہید ہونے والے مسٹر ہیمنت کرکرے (انکاؤنٹر اسپیشلسٹ) کی شہادت میں مماثلت ہے تو ان حالات میں ان سوالوں کو نظر انداز نہیں کیا جانا چاہئے۔ کرکرے کی موت بے حد افسوسناک ہے۔ سوال یہ ہے کہ ان دہشت گردی کے واقعات میں کب تک ہم اپنے دیش کے قیمتی سپاہیوں کو کھوتے رہیں گے اور ہر ایسے دلدوز واقعہ پر صرف احتجاج کرکے اپنے دامنوں کو اشکوں سے بھگوتے رہے ہیں؟ جو سرسبز وشاداب گلشن اجڑے ہیں اوران گلشنوں کے جو غنچے بن کھلے مرجھاگئے ہیں وہ یا وہ جو عین شباب میں دہشت گردی یا فرقہ واریت کی آندھی کی بھینٹ چڑھ گئے ہیں کیا ان کی قیمت چندسکے ہیں، چندلاکھ روپے ہیں؟ ہم کرکرے سمیت ان تمام جان قربان کرنے والوں کو خراج تحسین پیش کرتے ہیں جو حق کے لئے حق پر قربان ہوگئے ہیں اور کرکرے کی اہلیہ کو بھی جنہوں نے ایک سیاسی مگرمچھ کے سیاسی آنسوؤں سے دل برداشتہ ہوکر اس کی سیاسی ہمدردی میں پیش کردہ ایک کروڑ کی امداد پر ٹھوکر ماردی۔ ہم دیش کے بہادر سپاہیوں کے ساتھ ہی حق اور انصاف کی لڑائی لڑنے والے ان جیالے قلم کے سپاہیوں کی ڈیوٹی اور جرأت مندی کو بھی سلام کرتے ہیں جو اپنی جان جوکھم میں ڈال کر دھولس دھمکیوں کے باوجود نتائج کی پروا کئے بغیر حق گوئی اور بے باکی کے اصول کے ساتھ ثابت قدمی کا مظاہرہ کرتے ہوئے دن رات ایک کئے ہوئے ہیں اور نیک مقاصد کے حصول کی چاہ میں، کانٹوں بھری راہ میں بے خوف وخطر آگے بڑھ جارہے ہیں۔ جن کے حوصلوں کو دیکھ کر امن کے دشمنوں اور دہشت پسندوں کے قدم ڈگمگا رہے ہیں اسی لئے وہ بوکھلاہٹ میں اب پھر "الٹی گنگا بہارہے ہیں"۔ ہمیں اللہ کی ذات سے پوری امید ہے کہ کرکرے جیسے جاں بازوں کا خون ضرور رنگ لائے گا۔ اب اس انصاف کی لڑائی میں ایک نہیں ہزاروں دوسرے کرکرے آئیں گے اور حسرت ویاس میں ڈوبی ہوئی آنکھوں میں امیدوں کی شمعیں جلائیں گے۔ انصاف کے متلاشیوں کو انصاف ملے گا اور بے قصوروں کی آنکھوں میں حسرت ویاس کے منظر بھرنے والے امن اور انسانیت کے دشمن کیفر کردار تک پہنچ جائیں گے۔

ممبئی کے تاج ہوٹل انکاؤنٹر سے متعلق بھی کچھ سوال ابھر رہے ہیں۔ آخر ان لوگوں کو نشانہ کیوں بنایا گیا جو کرنل پروہت، پرگیا ٹھاکرے کیس میں کام کررہے تھے۔ یعنی ہیمنت کرکرے، اے سی پی اشوک کامٹے اور انکاؤنٹر اسپیشلسٹ وجے سالسکر وغیرہ۔ دوسرا سوال اور اہم سوال۔ کرکرے سمیت اے ٹی ایس افسروں کی برطرفی کا مطالبہ کونسا سیاسی حلقہ اور کیوں کررہا تھا؟ تیسرا سوال "نریمن ہاؤس" کو جہاں زیادہ تر یہودی رہتے ہیں نشانہ اس لئے تو نہیں بنایا گیا کہ یہ ظاہر ہو کہ اس کارروائی میں مسلمان ملوث ہیں؟ تیسرا سوال یہ کہ ۲۶/۱۱ کا دہشت گردانہ حملہ کہیں ۹/۱۱ جیسا واقعہ تو نہیں۔ جس میں امریکہ اور یہودیوں کا کوئی رول رہا ہو؟ پانچ مقامات پر ساٹھ گھنٹے صرف دس دہشت گرد سیکڑوں کمانڈوز کا بنا کچھ کھائے پئے اور بنا رفع حاجت کے زندہ رہتے ہوئے مقابلہ کرتے رہے اور ہمارے ملک کی مضبوط اور طاقتور فوج کا مقابلہ کرتے ہوئے ہمارے تین جانباز انکاؤنٹر اسپیشلسٹوں کو بھی چھلاوے کی طرح موقع پر پہنچ کر گولیوں سے بھون گئے؟ انٹلی جنس ایجنسی کے ذریعہ سمندر سیکورٹی کو "مشتبہ پاکستانی مسافروں" کے سمندری جہاز سے کراچی سے گجرات ہوتے ہوئے ہندوستان کی سرحد میں داخل ہونے کی اطلاع کے باوجود ان کے داخلے کی ہماری چاق وچوبند حفاظتی دستے کو بھنک تک نہیں لگی اور وہ اتنی بڑی واردات انجام دے گئے جس میں تقریباً دو سو افراد مذکورہ فوجی اور پولیس افسران سمیت مارے گئے؟ یہ کس طرح ممکن ہوا؟ کیا اس سے ظاہر نہیں ہوتا کہ اتنے بڑے دہشت گردانہ حملے کے لئے انہیں کہیں سے مدد ضرور ملی ہوگی؟

بہرکیف! ان حملوں کی جتنی مذمت کی جائے کم ہے اور احتجاج بھی احتیاط کے ساتھ ضروری ہے، مگر غم یہ ہے کہ مذمت کرنے والے بے شمار ہیں مگر متاثرہ لوگوں کے زخموں پر مرہم رکھنے والے چند ہی لوگ ہیں۔ ان واقعات سے متاثرہ لوگوں کی نئی نئی مصیبتوں اور دردوکرب کی کہانیوں کی بھی خبریں آرہی ہیں اور ساتھ ہی دہلی تک کی بٹلہ ہاؤس آپریشن کے واقعہ سے متاثرہ لوگوں کی پریشان حالی کی خبریں بھی اب تک آرہی ہیں۔

یہ جامعہ ملیہ اسلامیہ کے طلباء کی بے بسی اور اپنی قوم کی بے حسی سے متعلق خبر ہے جس کی سرخی ہے "جامعہ کے طلباء اپنی فریاد لے کر کہاں جائیں۔" خبر میں بتایا گیا ہے کہ جامعہ ملیہ اسلامیہ کا طالب علم اور مسلمان ہونا اتنا بڑا جرم ہے کہ طلباء کو صرف اس وجہ سے کرائے پر مکان نہیں مل رہے ہیں کہ وہ جامعہ کے طالب علم ہیں۔ خبر نگار مالک اشتر نے لکھا ہے کہ "بٹلہ ہاؤس میں ۱۹رستمبر کو ہوئے مبینہ انکاؤنٹر جامعہ کے بعض طلباء کی گرفتاری کے بعد سے ہی طلباء کے برے دن شروع ہوگئے ہیں۔ ایک طالب علم کے کربناک بیان کے حوالے سے انہوں نے لکھا ہے کہ "افسوس اس بات کا نہیں کہ جولینا میں رہنے والے طلباء کو ان کے ہندو مالکان نے انکاؤنٹر کے بعد نکال دیا بلکہ افسوس یہ ہے کہ اوکھلا میں مسلم مکان مالکان نے طلباء کو جامعہ کا طالب علم ہونے کے جرم میں نکال دیا ہے۔ صرف اعظم گڑھ کے لڑکوں کو ہی جامعہ نگر میں کمرہ نہیں مل رہا ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اب تو جامعہ کے ہر اسٹوڈنٹ کو اسی پریشانی کا سامنا ہے اور جن مکان مالکان نے طلباء کو ابھی تک اپنے مکانوں سے نہیں نکالا ہے ان میں سے بیشتر نے کرائے دوگنے اور تین گنے کردیئے ہیں۔ انہوں نے بھی غیروں کے ساتھ آنکھیں پھیرلی ہیں۔

ظاہر ہے کہ بقول مالک اشتر "یا پھر یہ لوگ اپنے خواب، اپنی تعلیم، ملک وقوم کی فلاح وترقی کے لئے اپنے عزائم، اپنے ماں۔ باپ کے ارمانوں اور خوابوں کو ادھورا چھوڑ کر گھر لوٹ جائیں۔" بے شک یہ ایک مصیبت کی گھڑی ہے۔ اس مسئلہ پر دانشوران قوم اور رہبران ملت کو فوری طور پر سرجوڑ کر بیٹھنا چاہئے اوران مایوس طلبا کی حوصلہ افزائی اور رہنمائی کے لئے اس مسئلہ کا حل نکالنا چاہئے۔ ملت کے "غمخواروں اور غمگساروں" کے لئے بھی یہ امتحان کا وقت ہے۔ ہر دردمند دل کو اس کا احساس ہونا چاہئے کہ ملت کے یہ نونہال جب ہر طرف سے دھتکارے جائیں گے تو ان کے مستقبل کا کیا ہوگا؟ اس سے پہلے کہ کوئی ایسا مایوس نوجوان نفرت کے طوفانوں میں بھٹک جائے، اپنے مقصد سے ہٹ جائے اور غلط راستے پر لگ جائے وہاں موجود" قوم کا غم کھانے والوں" کو اس طرف توجہ دینی چاہئے اور جو لوگ (بالخصوص وکلاء) ان مصائب میں گھرے ہوئے طلباء کی مدد کررہے ہیں، انصاف کی جنگ لڑرہے ہیں وہ صدر جمہوریہ پرتبھا پاٹل، وزیراعظم منموہن سنگھ اور حکومت کے دیگر ذمہ داروں سے یہ بھی پرزور مطالبہ کریں کہ جن قصوروار، گرفتارشدہ نوجوانوں کو سزادی جارہی ہے وہ تو ضروردی جائے اور سخت سزادی جائے مگر جو قصوروار ثابت نہیں ہوتے ہیں اپنی اور اپنے پیاروں کی بے بسی پر راتوں کو اٹھ اٹھ کر روتے ہیں۔ جب وہ آزاد ہوں تو انہیں گرفتار کرنے اور مارنے، ٹارچر کرنے والی پولیس کو بھی بالکل ایسی ہی عبرت ناک سزائیں دی جائیں کہ ان سمیت بھی ظالم ظلم سے باز آجائیں تاکہ پھر کوئی ظالم کسی شریف، مجبور اور بے بس آدمی پر ظلم ڈھانے کی جسارت نہ کرسکے۔ ●●

مرکز کا ہفت وار پروگرام

رسول اللہ کی دعوتی تڑپ کو اپنے اندر پیدا کرنے کی ضرورت ہے

مرکز جماعت کے ہفتہ وار پروگرام میں جناب سید غلام اکبر سکریٹری جماعت اسلامی ہند نے "رسول اللہ کی دعوتی تڑپ اور ہماری ذمہ داریاں" کے زیر عنوان اظہار خیال کرتے ہوئے حیات نبوی کے دعوتی پہلوؤں کو اجاگر کیا۔ انہوں نے مسلمانوں کی اجتماعی زندگی میں پائی جانے والی کمیوں کی طرف اشارہ کیا، اتحاد ویکجہتی کی کمی کا بطور خاص ذکر کیا۔ انہوں نے کہا کہ ذات رسالت کے تعلق سے مسلمان بہت حساس واقع ہوا ہے۔ وہ سب کچھ برداشت کرسکتا ہے مگر ذات رسالت کے تعلق سے کوئی بھی نازیبا حرکت مسلمانوں کے لئے ناقابل برداشت ہے اور وہ متحد ہوکر اس کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرتے ہیں خواہ بدنام زمانہ مصنف سلمان رشدی اور تسلیمہ نسرین کی غیر شائستہ اور نازیبا تحریریں ہوں یا ذات رسالت کی اہانت پر مبنی ڈنمارک کے گستاخ کارٹونسٹ کا کارٹون، آں حضور کے دفاع میں مسلمان متحد ہوجاتے ہیں۔ یہ ذات رسالت کا کرشمہ ہے کہ مسلمان آپ کے نام پر مرمٹنے کے لئے تیار رہتا ہے اور آپ سے محبت وعقیدت اور آپ کی اتباع کو اپنا سب سے قیمتی سرمایہ حیات سمجھتا ہے اور یہی چیز غیر مسلم دنیا کے لئے پریشان کن ہے۔ انہوں نے کہا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوتی تڑپ تھی کہ آپ کی انتھک جدوجہد اور مساعی کے نتیجہ میں انتہائی نامساعد حالات کے باوجود ایک غیر مہذب اور غیر متمدن قوم آپ کی دانشمندانہ قیادت میں اسلام کی داعی اور دنیا کا امام بن گئی۔ انہوں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ پر عمل کرتے ہوئے اپنے اندر دعوتی تڑپ پیدا کرنے اور اپنی ذمہ داریاں ادا کرنے کی طرف توجہ دلائی۔

(رپورٹ: عبدالحق فلاحی)

اسلامک ٹیچرس ایسوسی ایشن کا اجلاس

حیدرآباد- آل انڈیا اسلامک ٹیچرس ایسوسی ایشن کا کل ہند یک روزہ تنظیمی اجلاس ۲۵ردسمبر کو اسلامک سنٹر لکڑکوٹ چھتہ بازار حیدرآباد میں زیر صدارت جناب مجتبیٰ فاروق سکریٹری جماعت اسلامی ہند ہوا۔ جناب محمد اشفاق احمد سکریٹری شعبہ تعلیم جماعت اسلامی ہند نے بحیثیت مہمان خصوصی شرکت کی۔ اجلاس میں مدھیہ پردیش، آندھرا پردیش، تاملناڈو، اترپردیش، بہار، کرناٹک، مہاراشٹر، مغربی بنگال اور کیرلہ کے نمائندوں نے شرکت کی۔ اجلاس میں ڈاکٹر ظفر عالم کے کل ہند صدر اور جناب انعام الرحمن کے نائب صدر کی حیثیت سے انتخاب کے علاوہ چار ریجنل سکریٹریز کا بھی تقرر عمل میں آیا۔ اجلاس میں طے کیا گیا کہ اے آئی ٹی اے کے میثاقی پروگرام کو روبہ عمل لانے اور دستوری ترمیمات کے سلسلہ میں ایک دوروزہ ورکشاپ ۳۱رجنوری تا یکم فروری ۲۰۰۹ء ناگپور میں منعقد ہوگا جس میں اے آئی ٹی اے کے صدور اور سکریٹریز کے علاوہ ریاستی کونسل کے اراکین اور خصوصی مدعوئین بھی شریک ہوں گے۔

بقیہ: حماس، فلسطینیوں کی امید کا مرکز

اسرائیل کے تمام منصوبے ناکام بنادیئے۔

حماس کے عسکری ونگ نے مزاحمتی کارروائیوں کے ذریعے دوسرے ملکوں سے نقل مکانی کرکے اسرائیل آنے والے یہودیوں میں نمایاں کمی کرادی۔ اسرائیل آنے والے یہودی واپس نہیں جاتے تھے مگر اس میں بھی ریکارڈ اضافہ ہوا، صرف روس واپس جانے والے یہودیوں کی تعداد دولاکھ تھی، اسی طرح دیگر ممالک کی طرف بھی یہودی واپس جانے لگے، کاروبار میں ریکارڈ کمی آئی۔ اسرائیل کے اندر درجنوں کارخانے بند ہوئے۔ ان میں بیشتر ابھی تک بند ہیں۔ حماس نے ٹیکنالوجی کے میدان میں ریکارڈ کامیابی حاصل کی، القسام میزائل تیار کیا جس کا اسرائیل کے راڈار آج تک کھوج نہیں لگا سکے کہ یہ کہاں سے داغا جاتا ہے، یہ ٹیکنالوجی کے میدان میں بہت بڑی کامیابی تھی جو حماس کے عسکری ونگ نے حاصل کی۔

سیاسی میدان میں جب مغربی جمہوریت کے مطابق انتخابات ہوئے تو حماس نے میدان مارلیا اور فلسطین کی سب سے بڑی پارلیمانی جماعت بن گئی، اسرائیل اور امریکہ نے نتائج تسلیم نہ کئے، جس کی وجہ سے امریکہ جمہوریت کے حوالے سے بھی بے نقاب ہوا، امریکہ اور اسرائیل جو جمہوریت کا پرچار کررہے تھے، ان کی جمہوریت کے دعوے کا پول کھل گیا کہ وہ درحقیقت کتنے جمہوریت پسند ہیں۔

اب گزشتہ دو سال سے امریکہ اور اسرائیل نے غزہ اور فلسطین کی ناکہ بندی کر رکھی ہے کہ شاید اس سے فلسطین کے عوام تنگ آکر حماس کی حکومت کو ختم کرانے کے لئے مظاہرے کریں گے اوران مظاہروں کا بہانہ بناکر اسرائیل اور امریکہ کود پڑیں گے اور یہاں سے حماس کو ختم کریں گے، دو سال گزرنے کے بعد جب سروے کرایا گیا تو عوام نے پہلے سے زیادہ حماس پر اعتماد کا اظہار کیا جس سے امریکہ اور اسرائیل کے عزائم خاک میں مل گئے۔

دنیا پر حکمرانی کے عالمی صیہونی ایجنڈے کو حماس نے ناکام بنادیا ہے۔ اسرائیل کی ناکامی دراصل امریکہ کی ناکامی ہے۔ دنیا پر واضح ہوچکا ہے کہ دنیا پر حکمرانی صرف عدل کے ساتھ ہی قائم ہوسکتی ہے۔ ظلم پر کھڑا نظام اور ملک جلد یا بدیر انجام کو پہنچ جاتے ہیں، اب نہ اسرائیل کی وہ دہشت ہے اور نہ امریکہ اپنی مرضی کے پھومسلط کرسکتا ہے۔

(بشکریہ: مرکزاطلاعات فلسطین)

بقیہ: پریشر ڈپلومیسی ایک موثر...

پاکستان نے اشارہ دیا ہے وہ اپنی افواج اس محاذ پر سے کم کرکے مشرقی محاذ پر بھیجنا چاہتا ہے۔ اس کے پیش نظر امریکہ نئی سپلائی لائن بنانے پر سنجیدگی سے غور کررہا ہے۔ واضح رہے کہ افغانستان ایک ایسا ملک ہے جو چاروں طرف سے خشکی سے گھرا ہوا ہے۔ سمندر تک پہنچنے کا اس کا اپنا کوئی آزاد راستہ نہیں ہے۔ براہ پاکستان ہی پہنچا جاسکتا ہے۔ یا اس کے لئے ایران کی مدد لینی پڑے گی۔ اب یہ اطلاع آئی ہے کہ پاکستان پر دباؤ برقرار رکھنے کے لئے امریکہ اس انحصار کو کم کرنے کے لئے سپلائی کے دوسرے راستے کھولنے پر غور کرتا ہے اور جارجیا، آذربائیجان، قازقستان اور ازبکستان کے راستے کابل تک پہنچنے پر غور کیا جارہا ہے۔ اس سے امریکہ کی مجبوری بھی کم ہوجائے گی اور ہندوستان کو بھی دہشت گردی کے خطرے کا مقابلہ کرنے کا موقع مل جائے گا۔ ●●

دعائے مغفرت

● حیدرآباد- میرے چھوٹے بھائی سید نفیس احمد (مقیم کریم نگر چار بھائی بیڑی ورکس) کا بعمر ۶۴ سال بعارضہ تشنج حیدرآباد میں ۱۶ردسمبر ۲۰۰۸ء کو انتقال ہوگیا۔ پسماندگان میں بیوہ کے علاوہ چار لڑکے اور چار لڑکیاں ہیں۔ سید شکیل احمد انور، حیدرآباد

● آکولہ- جناب مستجاب اللہ خاں رکن جماعت ۲۵ردسمبر کی صبح یہاں انتقال کرگئے۔ عمر تقریباً ۸۵ سال تھی۔ ان کے انتقال کے تھوڑی ہی دیر بعد پیپل گاؤں سے ان کے چھوٹے بھائی عزت اللہ خاں (۸۲) کے انتقال کی خبر آئی جن کی بعد میں میت آکولہ لائی گئی۔ دونوں کی تدفین اسی دن شام کو آکولہ میں عمل میں آئی۔ محمد شکیل انجینئر، آکولہ

مرحومین کیلئے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

دعوت

بیرونی قارئین کے لئے ضروری اعلان

ماہ اکتوبر سے ہندوستان سے باہر جانے والے پرچوں پر پوسٹل ڈپارٹمنٹ آف انڈیا کی جانب سے پوسٹیج چارجیز بڑھادیئے گئے ہیں۔ جس کی وجہ سے بیرون ملک کے خریداروں پر کچھ بار بڑھ رہا ہے۔ واضح رہے کہ دعوت کی قیمت نہیں بڑھی بلکہ اضافی Postage بڑھا ہے۔ دعوت کی قیمت حسب سابق ۲ رریال اور اضافی پوسٹیج ایک ریال ہے۔ (کل ۳ رریال)۔ ہم آپ کے تعاون کے شکر گزار ہیں۔ (منیجر)

جہیز ایک قبیح رسم

سیدہ ارجمند سلطانہ، حیدرآباد

ہندوستانی مسلم معاشرے میں جو رسمیں رواج پا چکی ہیں اور جس نے وقت کے گزرنے کے ساتھ اپنے قدم بھی مضبوطی سے جمالئے ہیں ان میں سے ایک جہیز کی رسم بھی ہے۔ یہ رسم کسی ایک طبقہ تک محدود نہیں ہے بلکہ اُن طبقات میں بھی ہے جنہیں قیادت کا مقام حاصل ہے۔ یہ رسم خالص ہندوستانی ہے اور ہندو معاشرے میں تلک کے نام سے رائج تھی۔ جسے آج کے مسلم معاشرے نے اپنالیا ہے اور اب اس رسم کے اثرات براعظم ایشیا میں بھی محسوس کئے جانے لگے ہیں۔ اس کا مادہ جھز ہے جس کے معنی سامان وغیرہ کے تیار کرنے کے آتے ہیں دلہن کے لئے مکان کی آرائش اور تزئین اسی لفظ سے عبارت ہے۔ یہ لفظ اپنی اصل کے اعتبار سے عربی ہے لیکن ہندوستان میں بلا لحاظ مذہب وملت سب لوگ اسے جہیز ہی کہتے ہیں۔ ہندی زبان میں اس کی بگڑی ہوئی شکل دہیج ہے۔ اصطلاح میں جہیز اس سامان کو کہا جاتا ہے جو لڑکی کی شادی کے وقت لڑکے والوں کو دیا جاتا ہے۔ اگر یہ ایک ضرورت کی تکمیل ہو تو اُس کی اجازت ہے لیکن رسم کے نام پر بے ضرورت سامان کا ڈھیر لگانا اور بے شمار چیزوں کی نمائش کرنا اسراف اور فضول خرچی کے سوا کچھ اور نہیں ہے۔ شادی کے موقع پر تو یہ نمائش اپنے پورے عروج پر ہوتی ہے۔ جہیز کے نام پر نیا گھر بسایا جاتا ہے وہاں بھی جہاں ضرورت نہیں ہوتی اور وہاں بھی جہاں اس کا باضابطہ مطالبہ ہوتا ہے ایسے ایسے سامان دیے جاتے ہیں جن کے استعمال کی کم ہی ضرورت پیش آتی ہے۔ فرمائشی جہیز سے بڑھ کر قبیح اور شرمناک رسم وہ ہے جو گھوڑے جوڑے کے نام سے مسلم گھرانوں میں رائج ہے۔ جس میں واقعتاً شوہر خریدا جاتا ہے۔ یہ رسم اتنی حیاء سوز بلکہ انسانیت سوز ہے کہ اس کی مذمت کے لئے الفاظ بھی مشکل ہی سے ملتے ہیں۔ لیکن یہ رسم اپنی تمام تر قباحتوں اور مضرتوں کے باوجود پھیلتی ہی جارہی ہے۔ اسی لئے علماء اُمت اور مصلحین کی ذمہ داری بڑھ جاتی ہے کہ وہ اس رسم کی بیخ کنی کے لئے اپنی تمام کوششیں صرف کردیں۔ ہمارے دولت مند طبقے کا مسرفانہ رویہ ملت کے لئے نئے نئے مسائل پیدا کرنے کا سبب بنا ہوا ہے اس کا سب سے خطرناک رجحان یہ پیدا ہورہا ہے کہ لڑکے والے اپنے لڑکے کا پیغام شادی دینے سے پہلے یہ دیکھنے لگے ہیں کہ وہاں سے جہیز اور گھوڑے جوڑے کے نام سے کتنی دولت مل سکتی ہے۔ اس رجحان کے سبب غریب گھرانوں کے لڑکے بھی اپنے سے زیادہ مالدار گھرانوں کا رُخ کرنے لگے ہیں جس کی وجہ سے غریب گھرانوں میں پیدا ہونے والی لڑکیاں شادی سے محروم اپنے گھروں میں بیٹھی رہ جاتی ہیں یہاں تک کہ ان کی شادی کی عمر بھی گزرنے لگتی ہے۔ ایک اور نقصان یہ بھی ہونے لگا ہے کہ غریب لوگ بھی شادی کے موقع پر اپنی بساط سے زیادہ خرچ کرنے کے لئے مجبور ہوگئے ہیں۔ جہیز ایک غلط اور فطرت کے خلاف رسم ہے۔ شریعت نے معاش کی ذمہ داری مرد پر ڈالی ہے۔ اس لئے عورت کی لائی ہوئی دولت کا منتظر رہنا فطرت کے خلاف جنگ ہے۔ آج کے سماج میں اس قبیح رسم نے جو صورت اختیار کرلی ہے اس کو سند جواز ملنا مشکل ہے اسی لئے علماء نے اِسے مال حرام قرار دیا ہے۔

یہ ٹھیک ہے کہ اب سے کچھ سال پہلے جن اشیاء کا شمار تعیشات میں ہوتا تھا آج وہ ضرورت بن چکی ہیں۔ اگر یہ ضرورت کی اشیاء مطالبہ کے تحت دی جائیں تو انتہائی معیوب اور گناہ کا موجب ہیں۔ لیکن اگر لڑکی کے خاندان والے ان اشیاء کو لڑکی کے استعمال کے لئے بآسانی دے سکتے ہوں تو بہ کراہت اِسے گوارا سمجھا جاسکتا ہے۔ لڑکے پر اپنی بیوی کی جائز ضرورتوں کی تکمیل فرض کے درجہ میں ہے۔ لیکن ہوتا عملاً یہ ہے کہ لڑکے کی پڑھائی جیسے ہی ختم ہوتی ہے لڑکے پر خاندان کا دباؤ شادی کے لئے بڑھتا جاتا ہے اور قبل اس کے کہ وہ اچھی ملازمت حاصل کرسکے اور اُسے اتنی مہلت مل سکے کہ وہ گھر کا ضروری سامان جمع کرسکے اس کی شادی کردی جاتی ہے۔ اگر وہ جہیز نہ لینے کے معاملہ میں شدید ہو تو نتیجہ یہی ہوسکتا ہے کہ لڑکی اپنے گھر والوں پر زور ڈالے اور ضروری سامان کا مطالبہ کرے جس کا نفسیاتی اثر لڑکے پر برا پڑسکتا ہے۔ دوسری صورت یہ ہوسکتی ہے کہ لڑکا اور لڑکی حالات سے سمجھوتہ کرتے ہوئے کم پر زندگی گزارنے کے لئے تیار ہوجائیں جو عام حالات میں اتنا آسان نہیں ہوسکتا۔

جہیز کی حمایت میں لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ آپؐ نے حضرت فاطمہؓ کو جہیز دیا تھا لیکن اصولی بات یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کی زرہ فروخت کرکے اس سے ضروری سامان خریدا تھا۔ یہ بات آپؐ کے اسوۂ سے ثابت ہوسکتی ہے کہ لڑکے پر گھر کی ضرورت کا سامان مہیا کرنا ضروری ہے لیکن اگر لڑکا اس موقف میں نہ ہو تو کیا کیا جائے جب کہ اس کا امکان ہے کہ اس موقف کو پہنچتے پہنچتے دیر ہوسکتی ہے تو کیا اس وقت تک نکاح کو موخر کیا جائے یا کم برائی کو اختیار کرتے ہوئے بڑی برائی سے بچا جائے۔ جہیز کے معاملہ کو لڑکی والوں کے اختیارِ تمیزی پر چھوڑ دیا جائے۔ اپنے حالات کی مناسبت سے جو ضروری سامان وہ لڑکی کو دے سکتے ہوں بغیر لڑکی کی سسرال کے مطالبہ سے اُس میں مزاحم نہ ہونا ہی موجودہ حالات کے اعتبار سے مناسب ہے اس رسم کا خاتمہ اس وقت تک جماعتی حلقوں میں ممکن نہیں ہے جب تک رفقاء جماعت بشمول SIO اس میں پہل نہ کریں اگر اس کی ابتداء جماعتی حلقوں میں ہوسکتی ہو تو معاشرے پر اس کے اثرات لازماً مرتب ہوں گے۔ اور دیر یا سویر اس رسم کا خاتمہ ہوسکتا ہے۔

●●

تاریخ کا ورق

امیر ہو تو ایسا

مصعب بن احمد کہتے ہیں کہ ابومحمد مروزی بغداد آئے۔ ان کا قصد مکہ مکرمہ کی طرف تھا۔ میری بڑی خواہش تھی کہ میں ان کے ساتھ سفر کروں۔ میں نے ان سے گزارش کی کہ سفر میں مجھے ہمراہ لے جائیں مگر انہوں نے بوجوہ انکار کردیا اور کہا کہ پھر کبھی دیکھیں گے۔ اصل میں میرا ارادہ حج کا تھا۔ میری خواہش تھی کہ نیک آدمی کے ساتھ سفر کروں۔ لہٰذا اگلے سال پھر میں نے درخواست کی لیکن قبول نہ ہوئی۔ تیسرے سال پھر حاضر ہوا اور عرض کیا: ''مجھے بھی سفر میں شریک کرلیں۔'' اس سال انہوں نے میری درخواست کو شرف قبولیت بخشا مگر ساتھ ایک شرط عائد کی کہ ہم میں سے ایک امیر سفر ہوگا اور دوسرا اس کی اطاعت کرے گا۔ میں نے کہا'' پھر آپ ہی امیر ہوں گے'' کہنے لگے ''نہیں، تم امیر سفر ہوگے۔'' میں نے کہا ''نہیں، آپ مجھ سے عمر میں زیادہ اور علم وفضل میں افضل ہیں، لہٰذا آپ امیر ہوں گے۔'' کہنے لگے ''درست ہے مگر دوران سفر تمہیں میری اطاعت اور فرمانبرداری کرنی ہوگی۔'' میں نے عرض کیا ''آپ کی شرط منظور ہے۔'' — اب ہمارا سفر شروع ہوا۔ جب کھانے کا وقت آتا تو وہ مجھے ترجیح دیتے اور ایثار کرتے۔ جب میں اس پر اعتراض کرتا تو فرماتے: ''میری شرط یاد کرو، تم نے وعدہ کیا تھا کہ میری مخالفت نہیں کرو گے۔'' اسی طرح وہ ہر مقام پر ہر وقت اپنے آپ کو مشقت میں ڈالتے اور مجھے سہولت مہیا کرتے، حتیٰ کہ میں خاصا شرمندہ ہوجاتا — ایک دن راستے میں شدید بارش شروع ہوگئی۔ سردی کا موسم تھا۔ کہنے لگے: ''ابواحمد بارش شروع ہوگئی ہے، ذرا رکتے ہیں۔'' چنانچہ ہم رُک گئے۔ انہوں نے موٹی اونی چادر نکالی، اس سے میرے سر پر چھتری کردی اور مجھے حکم دیا کہ بیٹھ جاؤ۔ میں حکم کی تعمیل کرتے ہوئے بیٹھا رہا۔ خود وہ سردی برداشت کرتے رہے اور بارش سے ان کے کپڑے بھیگ گئے۔ اب میں پچھتا رہا تھا اور بار بار اپنے آپ کو کوستا تھا کہ ان کے ہمراہ کیوں نکلا تھا۔ انہوں نے اپنے آپ کو مشقت میں ڈالے رکھا، وہ مکہ مکرمہ پہنچنے تک انہوں نے میری اتنی زیادہ خدمت کی کہ مجھے بار بار شرمندہ ہونا پڑا۔

(عبدالمالک مجاہد، سنہرے اوراق)

''وراثت میں خواتین کا حصہ''

تسنیم نزہت اعظمی

اگرچہ حالیہ دور میں، مسلمانوں میں اسلامی قوانین کی بڑی حد تک شکست وریخت پائی جاتی ہے۔ اس کے باوجود احکام وقواعد اسلامی کے احترام کی خوبو باقی ہے۔ جن پر وہ کسی نہ کسی حد تک عمل پیرا ہیں۔ لیکن جہاں تک تقسیم میراث کا تعلق ہے، یہ قرآنی آیات ہونٹوں کی جنبش تک محدود ہیں اور جو خوش نصیب ان آیات کو عملاً اختیار کرتے ہیں، ان کا شمار بلاشبہ انگلیوں میں ہی کیا جاسکتا ہے۔

وراثت مسلم معاشرے کا اتنا سنگین مسئلہ ہے کہ اکثر وبیشتر مسلمان اس گناہ میں ملوث ہیں۔ یعنی متوفی اگر غلط وصیت کرجائے اور اس کی وصیت پوری کردی جائے تو روز جزا سخت گرفت سے کوئی نہ بچ سکے گا۔ مثلاً تقسیم ترکہ میں اگر لڑکیوں کو محروم کردیا گیا۔ تو ترکہ ہڑپ کرنے والا ہی تنہا گناہ کا بوجھ لادے ہوئے نہیں ہوتا۔ بلکہ جتنے لڑکوں میں مال ترکہ تقسیم کیا گیا، ناجائز مال کے حصول کے سبب سب مشترکہ گناہ کے مجرم ٹھہرے۔ کیونکہ جائز وارث کو محروم کرکے جو وراثت تقسیم ہوئی، وہ مال حرام ہوگی۔ حدیث میں وارد ہے۔

''حرام مال سے پلا ہوا جسم جنت میں نہ جاسکے گا۔'' (مشکوٰۃ)

سود ورشوت سے اجتناب ہی تقویٰ کے زمرے میں شامل نہیں ہے۔ بلکہ رزق حلال بھی شرط ہے۔ قرآن کریم میں اللہ رب العزت نے دیگر فرائض کا اجمالی طور پر تذکرہ فرمایا ہے۔ حتیٰ کہ نماز، روزہ، زکوٰۃ وحج جیسے مسائل میں اگر حدیث نبوی سے صرف نظر کرلیا جائے۔ تو ان کی ادائیگی ٹھیک طور پر ممکن ہی نہیں۔ کیونکہ اس میں نہ نمازوں کی ترتیب اور رکعات وغیرہ کی تعداد کا تعین ہے، نہ روزوں کے مکروہات ومباحات کا تفصیلی بیان، نہ ہی نصاب زکوٰۃ اور مناسک حج کے احکام۔ مگر جہاں تک وراثت کا تعلق ہے، رب العزت نے دوٹوک فیصلے سنائے ہیں۔ خدا کے نزدیک مسئلہ وراثت اس قدر حامل اہمیت ہے کہ اس نے نہ حالات کے، رحم وکرم پر چھوڑا ہے، نہ کسی کی صوابدید پر۔ گویا یہ ایک ایسا آئینہ ہے، جس میں ہر مسلمان اپنے پیش آمدہ مسئلہ کا حل دیکھ سکتا ہے۔ کیونکہ بڑی باریک بینی سے ورثاء کے حقوق بتائے گئے ہیں۔

اکثر مسلمان ترکہ کا متبادل جہیز کو سمجھتے ہیں، جب کہ وراثت تو مورث کے بعد از مرگ ثابت ہوتی ہے۔ فرمایا گیا ''تم پر فرض کیا گیا ہے کہ جب تم میں سے کسی کی موت کا وقت آجائے اور وہ اپنے پیچھے مال چھوڑ رہا ہو تو وہ والدین اور رشتہ داروں کے لئے معروف طریقے سے وصیت کرے، یہ حق ہے متقی لوگوں پر۔'' میراث کی تقسیم اگر قرآن کے مطابق نہیں کی جاتی۔ تو اس پر بڑی سخت وعید ہے۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے: ''اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا اور اس کی مقرر کی ہوئی حدوں سے تجاوز کرجائے گا اسے اللہ آگ میں ڈالے گا اور اس کے لئے رسوا کن عذاب ہے۔'' (سورۂ نساء: ۱۴)

اس کی تفسیر میں مولانا مودودیؒ فرماتے ہیں ''یہ ایک بڑی خوفناک آیت ہے۔ اس میں ان لوگوں کو ہمیشگی کے عذاب کی دھمکی دی گئی ہے جو اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ قانونِ وراثت کو تبدیل کریں یا ان دوسری قانونی حدوں کو توڑیں، جو خدا نے اپنی کتاب میں واضح طور پر مقرر کردی ہیں۔ لیکن سخت افسوس ہے کہ اس سخت وعید کے ہوتے ہوئے بھی مسلمانوں نے بالکل یہودیوں کی سی جسارت کرتے ہوئے خدائی قانون کو بدلا۔ اور اس کی حدوں کو توڑا۔ اس قانون وراثت کے بارے میں جو نافرمانیاں کی گئی ہیں۔ وہ خدا کے خلاف کھلی بغاوت کی حد تک پہنچتی ہیں۔ کہیں عورتوں کو میراث سے مستقل طور پر محروم کیا گیا۔

کہیں صرف بڑے بیٹے کو میراث کا مستحق قرار دیا گیا۔ کہیں سرے سے تقسیم میراث کے طریقے کو چھوڑ کر مشترک خاندانی جائداد کا طریقہ اختیار کرلیا گیا اور کہیں عورتوں ومردوں کا حصہ برابر کردیا گیا۔''

دراصل قانونِ وراثت کی اصل روح یہ ہے کہ دولت یکجا ہوکر نہ رہ جائے بلکہ لوگوں کے درمیان گردش کرتی رہے۔ تاکہ زیادہ سے زیادہ افراد فیض یاب ہوسکیں۔ کیونکہ اس کی صحیح تقسیم سے کسی کو معاشی استحکام نصیب ہوسکتا ہے، کسی کی فاقہ مستی دور ہوسکتی ہے۔ کوئی صاحب روزگار ہوسکتا ہے، کسی کا قرض ادا ہوسکتا ہے اور کسی کی تعلیمی رکاوٹ دور ہوسکتی ہے۔ حتیٰ کہ اس قرآنی تقسیم سے بہتوں کو فریضہ حج بھی میسر آسکتا ہے۔ دوسری جانب حقدار بحق رسید پر بے حد اجر وثواب ہے۔ اس کے برعکس حقدار کو محروم کرکے جنت سے محرومی ہے اور دنیا میں بھی بے شمار مسائل جنم لیتے ہیں۔ عدل کا خون ہوتا ہے۔ بہت سے لوگ سہارا پانے سے محروم رہ جاتے ہیں۔ نفرتیں وعداوتیں جنم لیتی ہیں اور اس طرح سرد جنگ مدتوں جاری رہتی ہے۔

اگر قرآنی رو سے ترکہ تقسیم کیا جائے۔ تو دنیا میں عدل وانصاف قائم ہوجائے۔ غربت میں کمی آئے۔ رشتہ داروں کے دل پھٹنے سے محفوظ ہوجائیں۔ محبتیں برقرار رہیں اور بے شمار مسائل کا حل نکل آئے۔

حدیث میں آتا ہے کہ مرنے والے نے اگر ایک گز کپڑا بھی چھوڑا ہو اور دس وارث ہوں۔ تو اسے بھی دس حصوں میں تقسیم ہونا چاہئے۔ آپ نے مزید فرمایا کہ آدمی تاعمر اہل جنت کے سے کام کرتا رہے مگر مرتے وقت وصیت میں ضرر رسانی کرکے اپنی کتاب کو ایسے عمل پر ختم کرجاتا ہے جو اسے دوزخ کا مستحق بنادیتا ہے۔ یعنی ایسی غلط وصیت کرجائے جس سے ورثاء کے حقوق تلف ہوں۔ یا کوئی ایسی چال چلے کہ حقدار میراث سے محروم رہ جائیں۔ ایسی ضرر رسانی گناہ کبیرہ میں شامل ہے۔

●●

مسلمانوں کا باہمی انتشار سب سے بڑی کمزوری

عارف عزیز (بھوپال)

قومی وملی زندگی میں اتحاد واتفاق کی ضرورت واہمیت سے شاید ہی کوئی انکار کرسکتا ہو کیونکہ یہی وہ واحد راہ ہے جو قوموں، فرقوں اور گروہوں کی ترقی کا راستہ کھولتی ہے اور جو اس سے منہ پھیر کر باہمی افتراق وانتشار کا شکار بن جاتے ہیں تو دیر سویر ان کی طاقت باقی نہیں رہتی، بلکہ جو قومیں اور فرقے ترقی کے بام عروج پر ہوتے ہیں ان میں باہم نقصان پہنچانے یا ایک دوسرے کی ٹانگیں کھینچنے کا مرض پیدا ہوجائے تو وہ بھی ترقی کی بلندیوں سے زوال کی گہرائی میں جاگرتی ہیں۔ ان کے عروج واقبال کے کارنامے قصۂ پارینہ بن کر رہ جاتے ہیں۔

یہ صرف کسی ایک ملک، شہر یا قوم وفرقہ کا حال نہیں دنیا کی تاریخ بتاتی ہے کہ اتحاد قومی وملی نے جنہیں دنیا کا سردار بنادیا، جب برادر کشی کی بری عادت ان میں پیدا ہوگئی تو وہ دنیا کی قیادت کے منصب سے غلامی کی تہہ تک جاگرے۔ یہاں کسی دوسرے کی مثال مناسب نہ ہوگی خود مسلمانوں کی ۱۴ سو سالہ تاریخ اس سچائی کے ثبوت میں پیش کی جاسکتی ہے جس میں ان کی ترقی وکامیابی کے واقعات پڑھ کر یہ اندازہ ہوتا ہے کہ جب تک ان کے درمیان اتحاد واتفاق کا ماحول رہا، ایک دوسرے کی ہمدردی اور غمگساری کا جذبہ رہا۔ انہوں نے اتنی برق رفتاری سے ترقی کی منزلیں طے کیں کہ ساری دنیا حیرت زدہ رہ گئی لیکن جب سے ان کے درمیان نفاق نمودار ہوا، اور ایک دوسرے کو نقصان پہنچانے کی لعنت میں وہ گرفتار ہوئے دنیا کے لئے عبرت کی تصویر بن کر رہ گئے ہیں۔

اس لئے یہ حقیقت بار بار واضح کرنے اور ذہن میں تازہ رکھنے کی ہے کہ مسلمانوں کی اصل کمزوری ان کی مفلوک الحالی یا ترقی کی دوڑ میں پچھڑنا نہیں بلکہ ان میں نفاق باہمی کا پیدا ہونا ہے جس کے حاوی ہونے کی صورت میں سطحی تدابیر سے ان کے دکھ درد کا علاج نہیں ہوسکتا بلکہ اس کے لئے مرض کی صحیح تشخیص اور علاج کی ضرورت ہے اور اس بات کی بھی کہ عالمی اور قومی سطح سے نیچے آکر ہم اپنے ریاستی اور شہری دائرہ پر نظر ڈالیں کہ یہاں کیا حال ہے۔ مسلم سیاست وقیادت کتنے خانوں میں تقسیم ہے اس کے دعویدار ملت کے حقیقی مفاد کے بجائے ایک دوسرے کی ٹانگیں کھینچنے میں کتنا یقین رکھتے ہیں؟ ۱۹۹۳ء سے ۱۹۹۸ء تک کے پانچ برسوں میں جب کوئی مسلمان منتخب ہوکر مدھیہ پردیش اسمبلی میں نہیں پہنچا تو ہر کس وناکس کی زبان پر مسلم وزیر کی کمی کا شکوہ تھا بعد میں ایک مسلم وزیر پانچ سال تک موجود رہا تو کوئی اس کی سننے اور ماننے کے لئے تیار نہیں ہوا۔ حج ہاؤس کا قضیہ ہو یا متولی کمیٹی کی تحلیل کا معاملہ، پولیس کی زیادتی ہو یا مسلم شرفاء کے مکانوں پر پولیس کے چھاپے، یہ سب مسلم معاشرے میں ہی کیوں ہوتا رہا ہے؟ جو ادارے یا افراد ملت میں اپنی ساکھ بناتے ہیں اس کو ہم خود اپنے ہاتھوں سے کیوں ڈھادیتے ہیں۔ کبھی کسی تونت سنگھ کیریا تنیش سالومن کے خلاف ان کی کمیونٹی کی طرف سے مہم نہیں چلائی گئی۔ مگر مسلم کمیونٹی کا جو حال ہے اس کو الفاظ میں بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ ہمارے یہاں ایک نہیں چار چار ''مسلم تہوار کمیٹیاں'' اپنے جھنڈے اٹھا کر کھڑی ہیں۔ اکثریتی ہندو فرقہ میں الیکشن اور سخت مقابلہ کے بعد جو ایک ''ہندو اتسو تہوار سمیتی'' منتخب ہوتی ہے وہ سال بھر نہایت دل جمعی کے ساتھ متحد ہوکر کام کرتی ہے۔

مسلمانوں کے اختلاف وانتشار، ذہنی مرعوبیت اور مصلحت پسندی کا یہ عالم ہے کہ ان کا سب سے اعلیٰ طبقہ علمائے کرام ودانشوروں کا طبقہ اور سیاسی لیڈروں اور رہنماؤں کا طبقہ کئی خانوں میں بٹا ہوتا ہے اور بعض تو اپنے عمل وکردار سے پورے مسلم فرقہ کے لئے شرمندگی کا باعث بن رہے ہیں، ان کے لئے سیاست واقتدار ہی سب کچھ بن گیا ہے، ایسے لوگ پوری قوم وملت کی رہبری کا کام کیوں انجام دیں گے۔

●●

اسرائیلی دہشت گرد کا بیٹا وہائٹ ہاؤس کا چیف آف اسٹاف

ترجمہ: مسعود الرحمٰن خاں ندوی

منتخب امریکی صدر کے رام ایمانویل (لقب رامبو، عمر ۴۸ برس) کو وہائٹ ہاؤس کے چیف آف اسٹاف (جس کی حیثیت صدر کے سینئر مشیر کی ہوتی ہے) کے عہدہ کے لئے اختیار کرنے کی خبر سن کر اس کے باپ بنیامین اسرائیلی نے امید ظاہر کی: ''وہ یقیناً صدر کو اسرائیل کا مؤید بنانے میں اثر انداز ہوگا، وہ ایسا کیوں نہیں کرے گا؟ کیا اس کے لئے اپنا ضمیر وہائٹ ہاؤس کے باہر چھوڑ کر جانا ممکن ہے؟'' اور ایک اخباری سائٹ وای نیٹ نے اس کے ایک رشتہ دار کا یہ قول نقل کیا: اگر اس کو اوباما کی اسرائیل دوستی کا یقین نہ ہوتا تو وہ یہ عہدہ قبول نہیں کرتا! اسی سائٹ پر مائیکل کوسکین صدر یہودی فیڈریشن شکاگو (جہاں کے اوباما اور ان کے جگری دوست ایمانویل رہنے والے ہیں) نے کہا: ایمانویل اسرائیل کی وفاداری کے لئے مشہور ہے، اسرائیل کے مفاد میں جو سرگرمیاں ہوتی ہیں ان میں وہ اپنے بچوں کو ساتھ لے کر جاتا ہے اور اسرائیل کی مدد کے لئے منعقدہ جلسوں میں پرجوش تقریریں کرتا ہے۔

ایمانویل نے امریکی حکومت کے اس اعلیٰ عہدے کو خوشی سے قبول کرتے ہوئے کہا: ''مسرت ہے کہ افریقی اصل کے پہلے صدر کے ساتھ اس عہدہ پر کام کرتے ہوئے مجھے دیکھنے کے لئے میرے والدین حیات ہیں۔''

اس خبر کا اسرائیلی میڈیا میں ایمانویل کی اسرائیلی اصل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے نیک فال کے طور پر بڑی خوشی سے خیر مقدم کیا گیا اور اخبار معاریف نے تو ایک سرخی: ''وہائٹ ہاؤس میں ہمارا آدمی'' بھی لگا ڈالی، جب کہ عرب خطہ میں اس خبر کو مایوسی کے ساتھ بدشگونی مانا گیا! اخبارات اور نشریاتی اداروں نے ایمانویل کی خاندانی تاریخ میں یہ بتایا ہے کہ اس کے باپ بنیامین کے پاس اسرائیلی شہریت ہے، وہ متشدد یہودی خفیہ تنظیم ''اتسیل'' سے تعلق رکھتے ہیں جس نے ۱۹۴۸ء میں اسرئیل کے قیام کی تمہید کے لئے برطانوی افواج کے خلاف گوریلا جنگ چھیڑ رکھی تھی، اور وہی فلسطینیوں کے خلاف مشہور دیر یسین مذبحہ کی ذمہ دار تھی۔

شکاگو میں قیام کے لئے بنیامین نے گزشتہ صدی کی چھٹی دہائی میں خاندان کے ساتھ امریکہ ہجرت کی مگر اسرائیل کے ساتھ خاندان کا تعلق علی حالہ برقرار رہا، چنانچہ ہارآتس اخبار کے مطابق ۱۹۹۱ء کی جنگ خلیج سے پہلے ایمانویل نے اسرائیلی فوج کے تابع جنگی بھرتی دفتر میں نام لکھوایا، پھر ۱۹۹۷ء میں دو ماہ فوجی خدمت کے لئے اسرائیل آکر لبنانی حدود پر متعین یونٹ میں شامل رہا۔ اپنے مقصد کو حاصل کرنے کے لئے پختہ عزم اور بڑی صلاحیت کی وجہ سے ''رامبو'' کے لقب سے مشہور ہوا۔ ڈیموکریٹ پارٹی کے اصولوں کا تعصب کی حد تک قائل ہے اس لئے جمہوری پارٹی کے خلاف شدید تنقید کا عادی ہے۔

چنانچہ اس کے تقرر پر کانگریس میں جمہوری پارٹی کے لیڈر جون بوہنر نے فوری ردعمل ظاہر کرتے ہوئے تیز وتند لہجہ میں کہا ''منتخب صدر (جنہوں نے واشنگٹن میں تبدیلی اور سیاست کو زیادہ مہذب بنانے کا وعدہ کیا تھا) کا یہ انتخاب حیرت انگیز ہے۔'' جمہوری پارٹی کے ارکان کے اندیشوں کو رفع کرنے کے لئے خود ایمانویل نے اس کا جواب یہ کہہ کر دیا۔ ہماری رائیں ہمیشہ مختلف ہوتی ہیں، لیکن میں ان کے محرکات کا احترام کرتا ہوں۔ یہ اتحاد کا وقت ہے، میں اور منتخب صدر دونوں خیموں کے اختلاف کو ختم کرنے اور مشترک مقصد کے لئے دونوں پارٹیوں کے امریکیوں کے اتحاد کے لئے کام کریں گے۔''

یہ بات معروف ہے کہ ایمانویل تجربہ کار سیاستداں ہے، ۲۰۰۶ء میں ڈیموکریٹک پارٹی کے کانگریس پر غلبہ میں اس کا حصہ تھا۔ اور وہ پہلے بل کلنٹن کے عہد میں وہائٹ ہاؤس میں سیاسی مشیر کی حیثیت سے کام کرچکا ہے۔

(رپورٹ: صالح نعامی، ہفتہ وار الامان، بیروت)

●●

بقیہ:...... ولایت کا مفہوم

اور تجارت جس کے بند ہونے سے ڈرتے ہو اور مکانات جن کو پسند کرتے ہو، اللہ، اُس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے سے تمہیں زیادہ عزیز ہوں تو ٹھہرے رہو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم (یعنی عذاب) بھیجے۔ اور اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔'' (آیت: ۲۴)

یاد رہے کہ یہ محبت صرف حمد کے ترانوں اور لہک لہک کر نعت پڑھنے کا نام نہیں بلکہ اس کا لازمی جزو دینی حمیت ہے۔ اگر آپ اپنے کاروبار اور دھندے ہی میں لگے ہوئے ہیں۔ اور آپ کو اس سے کوئی غرض نہیں کہ اللہ کا دین پامال ہورہا ہے۔ اس سے آپ کے من کی دنیا میں کوئی ہلچل نہیں ہوتی، آپ کو کوئی پریشانی اور فکر لاحق نہیں ہوتی تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ حمیت دینی سے محروم ہیں اور یہ وہ صورت ہے جو اللہ کے غضب کو دعوت دینے والی ہے۔

اس سلسلے میں وہ حدیث ہمارے لئے بڑی سبق آموز ہے۔ جس کے مطابق اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو ایک انتہائی زاہد وعابد شخص پر اُس کی فاسق قوم سے پہلے پہاڑ الٹنے کا حکم دیا۔ وجہ یہ تھی کہ اللہ کی حدود پامال ہوتی تھیں مگر اس کے دل میں دینی حمیت پیدا ہونہ ہوتی تھی، اور وہ اپنے ہی چلوں اور مراقبوں میں مگن تھا۔

اگر اللہ کی بندگی کرنی ہے، تو پھر ہمیں اُس کے دین کی نصرت وحمایت ضرور کرنا ہوگی۔ دین کے غلبے کے لئے اپنا تن من دھن لگانا پڑے گا۔ دین کا بالفعل غالب کردینا ہمارے بس میں نہیں۔ دنیا میں اللہ کے بہت سے رسول آئے، مگر ان کے ہاتھوں دین غالب نہ ہوا۔

یہ کام نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا۔ آپؐ نے اپنی شب روز کی محنت سے ۲۳ برس کے قلیل عرصے میں انقلاب برپا کردیا، اور دین کو غالب فرمادیا۔ اس بات سے قطع نظر کہ دین غالب ہوگا یا نہیں، ہمیں اپنی سی کوشش کرتے رہنا ہے۔ دین کی حمایت اور نصرت کرنی ہے۔ سورۃ الصف میں فرمایا:

''مومنو! اللہ کے مددگار بن جاؤ۔''

(آیت: ۱۴)

وہ لوگ جو دین کے غلبے کے لئے کوشاں ہوں، وہ اللہ کے دوست ہیں۔ جو ان سے بغض رکھے اُس کے خلاف اللہ کا اعلان جنگ ہے۔ اگرچہ اللہ ان کے دشمنوں کو آن واحد میں ختم نہیں کردیتا کہ یہ اس کی سنت کے خلاف ہے، بلکہ انہیں مہلت دیتا ہے۔ مگر پھر جب اُن کی مہلت ختم ہوجاتی ہے تو پھر اُن پر اپنا عتاب نازل کرتا ہے۔ ابوجہل نے آپؐ پر کتنی زیادتیاں کیں۔ مگر اللہ نے فوراً نہیں پکڑا، ہاں جب مہلت ختم ہوگئی تو اُسے جہنم واصل کردیا گیا۔ دراصل اللہ کی سنت یہ ہے کہ اپنے بندوں کو آزماتا ہے۔ اگر وہ حق کے دشمنوں کو فوراً پکڑ لے اور اپنے دین کا جھنڈا بلند کرنے والوں کو یکدم فتح عطا فرمادے، تو آزمائش اور ابتلاء کا تصور ہی باقی نہ رہے۔ دنیا امتحان گاہ ہے۔ اللہ اپنے بندوں کو مختلف صورتوں میں ضرور آزماتا ہے۔

حدیث کے دوسرے حصے میں تقرب الی اللہ اور اُس کے ذرائع کا ذکر ہے۔ فرمایا:

''میرا بندہ میرے فرض کردہ امور کے سوا کسی اور چیز کے ذریعے میرے زیادہ قریب نہیں آسکتا۔ میرا بندہ نوافل (نفلی عبادت) کے ذریعہ میرے قریب ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں، اور جب میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں تو میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے، اور اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔ اگر وہ مجھ سے مانگے تو میں اسے ضرور دیتا ہوں۔ اور اگر مجھ سے پناہ طلب کرے تو میں اسے پناہ ضرور دیتا ہوں۔''

(رواہ البخاری)

اللہ کا قرب حاصل کرنے کا ذریعہ جو سب سے زیادہ اللہ کے قریب کرنے والا ہے۔ وہ فرائض کا اہتمام ہے اور ساتھ ہی یہ فرمادیا کہ میرا بندہ نوافل کے ذریعے میرے قریب ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں۔ میں اُس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے۔ میں اُس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے۔ میں اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔ یہ بڑا نازک مقام ہے۔ اگر آدمی ذرا بھی اِدھر اُدھر ہوجائے تو بھٹک جائے گا۔ اللہ نے جو یہ کہا ہے ہم اِس کو نہیں سمجھ سکتے۔ اس کو وہ خود ہی بہتر جانتا ہے۔

●●

POSTED ON 30 December 2008 AT DELHI R.M.S. LICENCE NO. U (D.N.)/42006 - 08 TO POST WITHOUT PRE PAYMENT PAGES-8.

یکم جنوری ۲۰۰۹

TELEGRAM : ADDAWAH NEW DELHI-110025
PHONES: Editor: 26958816, Manager: 26949539, Fax:26958816
E-mail:-dawaturdu@indiatimes.com, dawattrust@yahoo.co.in

DAWAT SEHROZA
NEW DELHI-110025

R.N.I. No.522/57
POSTAL REGISTRATION No
DL (S) - 05 / 3128 / 2006- 2008 & DL (S) - 05 / 3266 / 2006-08 (Foreign Post)

دختر کشی

ساجدہ پروین
بھساول، مہاراشٹر

عصر حاضر کے جن سماجی مسائل نے ہمارے ملک بلکہ پوری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے ان میں سے ایک دختر کشی بھی ہے۔ لڑکیوں کا وجود اپنے ساتھ اتنے مسائل لے کر آتا ہے کہ ان سے گھبرا کر لوگوں کی کوشش ہوتی ہے کہ لڑکیاں پیدا ہی نہ ہوں۔ مائیں مستقبل کے اندیشوں کے پیش نظر اپنی بچیوں کو قتل کردیتی ہیں۔ ابتداءً ان افسوس ناک واقعات میں مائیں اپنی بچیوں کو پیدائش کے بعد مختلف طریقوں سے مار ڈالتی تھیں۔ اب اس کی ضرورت پیش نہیں آتی۔ سائنسی ترقی نے ایسے آلات اور مشینیں ایجاد کردی ہیں جن سے رحم مادر میں ہی جنس کا پتہ لگالیا جاتا ہے۔ پھر اگر وہ لڑکی ہو تو بڑی بے دردی کے ساتھ اُسے موت کے گھاٹ اُتار دیا جاتا ہے اور اس بات کی ذرا بھی پروا نہیں کی جاتی کہ کہیں اس عمل کی انجام دہی میں خود ماں کی زندگی ہی داؤں پر نہ لگ جائے۔ افسوس ناک امر یہ ہے کہ پہلے اس جرم میں صرف غریب لوگ اور پسماندہ علاقے ملوث ہوتے تھے۔ مگر اب ہندوستان کے ترقی پذیر علاقے پنجاب، ہریانہ، مغربی یوپی، آندھرا پردیش اور کرناٹک بھی اس میں مبتلا ہوگئے ہیں۔

اشتہارات چھپ رہے ہیں کہ حمل میں جنس کی پہچان کے لئے ٹیسٹ کرانا غیر قانونی ہے۔ ایسے شخص کو ۱۹۹۴ء کے قانون کے تحت سزا دی جاسکتی ہے مگر اس اشتہار بازی کے علاوہ حکومتیں کچھ نہیں کررہی ہیں اور نہ ہی کرسکتی ہیں۔ صورتحال جس قدر بگڑ چکی ہے حکومتیں اتنے ہی بگڑے اور بھونڈے راستے علاج کے لئے منتخب کرتی ہیں۔ لگاتار یہ حقائق سامنے آرہے ہیں کہ بیٹیاں غائب ہورہی ہیں۔ بگڑے ہوئے معاشرے کی روایات میں تہذیب جدید نے اس جرم کو جیسے پنکھ لگادیے ہیں۔ سونو گرافی، ابارشن کلینک، میٹرنٹی سنٹر، پرائیوٹ اور سرکاری ہسپتالوں میں مادر رحم میں لڑکی کو بے رحم سے قتل کرنے کا سلسلہ جاری ہے۔ پڑھے لکھے مہذب اور شائستہ سمجھے جانے والے لوگ اس جرم میں ملوث ہونے پر شان کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ لوگ قانون کی بات کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ قانون ہی چلتا ہے۔ جہاں قانون چل رہا ہے وہاں کے حالات بھی کچھ بہتر نہیں ہیں کیونکہ بیٹیوں کے خلاف معاشرے کی بے رحمی قانون سے زیادہ تہذیبی ثقافتی مسئلہ ہے۔ اس خواہش کی تکمیل میں بازار میں دوائیں، کیپسول، ٹانک سستے مہنگے ہر ریٹ پر بک رہی ہیں۔ ڈاکٹروں کا گروہ دوائیں تجویز کررہا ہے۔ بداعتقادی کا دھندہ چلانے والوں کی بھی اس کاروبار میں خوب کمائی ہورہی ہے۔ کہیں کوکھ بدلنے والے بابا ہیں تو کہیں پترجیون کلپ ورکش ہے۔ خواتین کو معاشرے میں برابر کا درجہ دینے کے لئے تحریک چلانے کی بات اب پرانی ہوگئی ہے۔

اب خواتین خود اپنے حق کے لئے میدان میں ہیں لیکن گاؤں شہروں، محلوں اور کوچوں میں رحم مادر میں بچیوں کے قتل پر وہ بھی حیران و پریشان ہیں۔ ان میں سیکڑوں وہ ہیں جو خود اس جرم میں شریک ہیں۔ بلکہ ماہرین کا خیال یہ ہے کہ لڑکے کی خواہش عورتوں میں ہی زیادہ ہوتی ہیں۔ بالخصوص ساس اور سسرال کی بڑی عورتیں بہو کو لعن طعن کرتی ہیں۔ سماج میں لڑکیوں کو کم تر حیثیت دی جاتی ہے۔ انہیں لڑکوں کے مقابلے میں کم مفید سمجھا جاتا ہے ان کے وجود کو والدین اپنے اوپر بار محسوس کرتے ہیں۔ وہ ذریعہ آمدنی نہیں ہیں بلکہ وہ خاندانی جائداد کو تقسیم کرنے کا ذریعہ بنتی ہیں۔ ان کی پرورش وپرداخت اور عصمت وعفت کی حفاظت کے جھمیلوں کے علاوہ ان کے نکاح میں دشواریاں آتی ہیں اور اس موقع پر زیادہ مصارف برداشت کرنے پڑتے ہیں۔ جہیز کی رسم بھی لڑکیوں کو بوجھ میں تبدیل کردیتی ہے۔ برادران وطن کے خاندانوں میں مرتے وقت بعض اہم رسوم صرف لڑکے ادا کرسکتے ہیں۔ اس لئے لڑکیوں کی نہیں بلکہ لڑکوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ جس کی وجہ سے والدین اس میں اپنی عافیت سمجھتے ہیں کہ پیدائش سے قبل ہی ان کا قصہ پاک کردیا جائے اور ان سے گلوخلاصی حاصل کرلی جائے۔ تخلیق انسانی کے معاملے میں اللہ تعالیٰ کے جاری کردہ فطری نظام میں انسانی دخل اندازی سے پیدا ہونے والے فساد، خلل اور عدم توازن کا مشاہدہ آج کل کھلی آنکھوں سے ہورہا ہے اور انسانی معاشرہ اس کے تلخ نتائج جھیل رہا ہے۔ ''خشکی اور تری میں فساد برپا ہوگیا ہے لوگوں کے اپنے ہاتھوں کی کمائی سے۔'' دختر کشی کے مسئلے کو اگر سنجیدگی کے ساتھ نہ لیا گیا تو اس کے بڑے بھیانک نتائج رونما ہوں گے۔ ہر جگہ لڑکوں اور لڑکیوں کا تناسب غیر متوازن نظر آئے گا۔ نوجوانوں کو شریک حیات ملنے کی کوئی امید نظر نہ آئے گی۔ خاندانی نظام درہم برہم ہوجائے گا۔ جنسی خواہش کی تکمیل کے لئے مرد غلط طریقوں کا استعمال کریں گے، معاشرے میں بدکاری عام ہوجائے گی۔ آپسی خانہ جنگی کا ماحول بن جائے گا لڑکیوں کے حصول کے لئے اور اس طرح اخلاقی گراوٹ میں مبتلا معاشرہ پوری دنیا کو لے ڈوبے گا۔ اسلام آیا تو اس وقت بھی یہ سماجی برائی ایک مخصوص شکل میں پنپ رہی تھی۔ لوگ لڑکیوں کو پیدا ہوتے ہی زمین میں دفن کردیا کرتے تھے۔ اسلام نے اس عمل کی مذمت کی۔ لوگوں کو اس سے بچنے کی تلقین کی اور اس کے خلاف ان کا ذہن تیار کیا۔ بالآخر ایک مختصر عرصے میں اس سماجی برائی کا مکمل خاتمہ ہوگیا۔ بہتر ہوگا کہ اس مسئلہ سے نپٹنے کے لئے مذہبی رہنما اور علماء کے ساتھ اس کا شعور رکھنے والی خواتین سامنے آئیں اور قرآن وسنت کی روشنی میں خواتین کی حیثیت کو واضح کریں۔ یہ موقعہ ہے کہ بأی ذنب قتلت کی تفسیر گھر گھر عام کی جائے۔ یہی موقعہ ہے کہ لڑکیوں کی تربیت سے متعلق محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارتوں کو پھیلایا جائے۔ جہیز اور مادہ پرستی کے جنون پر کاری ضرب لگائی جائے۔ قرآن مجید نے لڑکیوں کے بارے میں تصویر کشی ان الفاظ میں کی ہے۔ ''جب ان میں سے کسی کو لڑکی کی خوشخبری دی جاتی ہے تو اس کا چہرہ سیاہ پڑجاتا ہے اور وہ غم سے گھٹنے لگتا ہے۔ اس خبر بد کی وجہ سے لوگوں سے چھپا پھرتا ہے۔ (اور اس سوچ میں پڑجاتا ہے کہ) آیا ذلت برداشت کرتے ہوئے اسے باقی رکھے یا مٹی کے نیچے دفن کردے۔'' (النحل ۵۸-۵۹)

ان مکروہ جذبات کا ایک نتیجہ یہ بھی تھا کہ بعض قبائل لڑکیوں کو زندہ دفن کردیتے تھے قرآن مجید نے ''قتل اولاد'' کی سخت مذمت کی۔ اسے ایک سنگین جرم قرار دیا اور ہمیشہ کے لئے اسے ختم کردیا۔ اس نے کہا قیامت کے روز اس شقاوت اور سنگ دلی کا خدا کو جواب دینا ہوگا۔ فرمایا: ''اور اس وقت کو یاد کرو جب کہ اس لڑکی سے پوچھا جائے گا جسے زندہ دفن کیا گیا تھا کہ کس جرم میں اسے مارا گیا۔'' (التکویر ۸-۹)

اسلام میں لڑکیوں کی پرورش کی ترغیب دی گئی ہے اسے کار ثواب اور حصول جنت کا بہت بڑا ذریعہ قرار دیا گیا ہے حضرت عائشہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ جس شخص کو ان لڑکیوں کے ذریعے کچھ بھی آزمائش میں ڈالے اور وہ ان کے ساتھ اچھا سلوک کرے تو وہ اس کے لئے جہنم سے بچاؤ کا ذریعہ ہوں گی۔'' احادیث میں دو تین لڑکیوں یا بہنوں بلکہ ایک لڑکی اور ایک بہن کی پرورش پر بھی جنت کی خوشخبری دی گئی ہے۔ اس سے اس شخص کے اجر وثواب کا اندازہ کیا جاسکتا ہے جسے تین سے بھی زیادہ بچیوں یا بہنوں کی نگہداشت کرنی پڑے۔ حضرت عقبہ بن عامرؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''جس شخص کے تین لڑکیاں ہوں، وہ ان کے سلسلہ کی پریشانیوں پر صبر کرے اور اپنی محنت کی کمائی سے ان کو کھلائے، پلائے اور پہنائے تو وہ اس کے لئے جہنم کی آگ سے حجاب بن جائیں گے۔'' احادیث میں اس بات کی بھی ترغیب دی گئی ہے کہ بچیوں کی پرورش کے ساتھ ان کو اچھی تعلیم وتربیت دی جائے، ان کا مناسب رشتہ کیا جائے اور اس کے بعد بھی ان کے ساتھ حسن سلوک جاری رکھا جائے۔ حضرت ابوسعید خدریؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''جس نے تین لڑکیوں کی پرورش کی، ان کو تعلیم وتربیت دی، ان کی شادی کی اور ان کے ساتھ (بعد میں بھی) حسن سلوک کیا تو اس کے لئے جنت ہے۔''

عام طور پر لڑکوں سے زیادہ محبت کی جاتی ہے۔ غذا، لباس، علاج اور تعلیم وتربیت وغیرہ ہر معاملہ میں ان کے ساتھ امتیازی سلوک کیا جاتا ہے۔ یہ سراسر ظلم اور ناانصافی ہے۔ حدیث میں اس سے منع کیا گیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جس شخص کے لڑکی ہو وہ نہ تو اسے زندہ درگور کرے اور نہ اس کے ساتھ حقارت آمیز سلوک کرے اور نہ اس پر اپنے لڑکے ہی کو ترجیح دے تو اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل فرمائے گا۔'' ان احادیث میں لڑکیوں کی پرورش، تعلیم وتربیت، شادی بیاہ اور ان کے ساتھ مساوی سلوک پر جہنم سے نجات پانے اور جنت کے ملنے کی خوشخبری دی گئی ہے جس شخص کو خدا اور آخرت پر یقین نہیں ہے اور جو اس دنیا ہی کو سب کچھ سمجھے ہوئے ہے وہ تو اس کی اہمیت محسوس نہیں کرسکتا لیکن ایک مومن کا مطمح نظر ہی آخرت کی کامیابی ہے۔ اس کے لئے اس بشارت میں وہ سب کچھ ہے جو وہ چاہتا ہے۔ ●●

رضی اللہ تعالیٰ عنہن
تذکارِ صحابیات

نامور مورخ وتذکرہ نویس طالب ہاشمی کے محققانہ قلم سے
رسولِ کائنات حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی گیارہ (۱۱) ازواج مطہرات اور دو سو پانچ (۲۰۵) قدسی صفات صحابیات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے ایمان بخش واقعات اور یقین افروز حالات۔
پوری کتاب تاریخی حقائق اور مستند ومعتبر حوالوں سے مزین۔
خواتین کی مجلسوں میں پڑھ کر سنانے اور ان کے اندر جذبۂ ایمانی پیدا کرنے کے لیے ایک اہم، معتبر اور دستاویزی کتاب۔
لڑکیوں کی شادیوں کے مواقع پر انھیں ہدیے کے طور پر پیش کرنے کے لیے ایک قیمتی تحفہ۔
سائز: ۲۳x۳۶/۱۶ ● صفحات: ۴۵۶ ● قیمت: -/Rs.160 (مجلد)

مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز، نئی دہلی۔ ۲۵
Post Box. 9752, Jamia Nagar, New Delhi-110 025
Phones:26971652,26954341, Fax:26947858
E-mail: mmipublishers@yahoo.com Website: www. mmipublishers.net

بقیہ: اس کا سبب دباؤ اور لالچ ہرگز نہیں ہے

ڈسٹرکٹ اٹارنی کی حیثیت سے کام کیا۔ انہیں پڑوسی ریاست پنجاب میں کانگریس کے دور حکومت میں اسسٹنٹ ایڈوکیٹ جنرل بنایا گیا۔ بعد میں اوم پرکاش چوٹالہ کے دور میں ہریانہ کا اسسٹنٹ ایڈوکیٹ جنرل بھی مقرر کیا گیا۔ ان کے حکمراں طبقہ میں اچھے تعلقات وروابط رہے ہیں۔ ہریانہ میں چوٹالہ کے بعد بھوپندر سنگھ ہڈا کی حکومت بننے پر بھی ان کو اس عہدہ پر رکھا گیا۔ وہ پنجاب کانگریس سیوادل کی چیف آرگنائزر بھی ہیں ان کی پہلی شادی ہوئی تھی لیکن دو سال کے اندر ہی ۱۹۹۸ء میں طلاق ہوگئی۔ فضا محمد کا کہنا ہے کہ ان کی شادی قانون کے مطابق ہوئی ہے۔ یہ کہنا غلط ہے کہ ہم نے دین اسلام کو محض شادی کرنے کے لئے قبول کیا ہے۔ میں کئی سال سے ہر ہفتہ پیر بابا کی درگاہ جاتی ہوں اور مذہبی مزاج رکھتی ہوں۔ عیدالاضحیٰ کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ اس دن ہم دونوں نے قرآن پڑھا اور عید کے لئے روایتی ڈشیں تیار کیں۔ اگرچہ ہم اس موقع پر کسی مسجد میں نہیں جاسکے کہ سکیورٹی ایک مسئلہ ہے۔ اس وقت مختلف حلقوں سے ہمیں دھمکیاں مل رہی ہیں اور ہمیں خطرہ لاحق ہوگیا ہے تاہم ہم نے تمام اسلامی روایات کو انجام دیا ہے۔ اخبار نویسوں کے سوال کرنے پر ان کے چچا ستپال بالی نے کہا میرے اپنے بھائی دھرم پال سے اچھے تعلقات نہیں تھے۔ انورادھا کے بارے میں بھی میں کچھ نہیں کہہ سکتا البتہ اس کی شادی کی خبر سے مجھے دکھ ہوا ہے۔ فضا محمد کہتی ہیں ''میں چاند محمد کے خاندان کا احترام کرتی ہوں میں ان سے محبت کرتی ہوں۔ وہ میرے نزدیک ایک ہیرو ہیں۔ کسی بھی سیاسی لیڈر کے لئے اس طرح کا قدم اٹھانے کے لئے بولڈ ہونا ضروری ہے۔ ان کا سیاسی کیریئر داؤ پر لگ گیا ہے لیکن انہوں نے میرے ساتھ شادی کرنے کا بہت سوچ سمجھ کر فیصلہ کیا ہے۔ اپنے گھر والوں کو بھی میں نے اپنی شادی کے بارے میں پہلے ہی بتادیا تھا وہ میری شادی کی مخالفت کرسکتے ہیں لیکن میں کم سن بچی نہیں ہوں اپنے مستقبل کے بارے میں خود فیصلہ کرنے کا حق اور اہلیت رکھتی ہوں۔ میں چندر موہن کی پہلی بیوی کا بھی احترام کرتی ہوں۔ ہماری شادی کے بعد بھی ان کا درجہ کم نہ ہوگا۔ ان کے خاندان والے بھی ہماری شادی کے پروگرام کے بارے میں پہلے سے جانتے تھے وہ ہمارے گھر آچکے ہیں۔ چندر موہن نے میرے ساتھ شادی کرنے اور تعلقات کو دوام وجواز کا درجہ دینے کا بڑی حوصلہ مندی کے ساتھ فیصلہ کیا ہے۔ جہاں تک شادی کے لئے اسلام قبول کرنے کا تعلق ہے ملک میں ایسے بیشمار لوگ موجود ہیں جو ہندو ہیں غریب بھی ہیں امیر بھی ہیں، اَن پڑھ بھی ہیں اور اعلیٰ تعلیم یافتہ بھی ہیں غیر معروف بھی ہیں اور بڑے بڑے عہدیدار، لیڈر، افسر اور معروف ومشہور شخصیات بھی ہیں۔ جو ایک سے زیادہ بیویاں یا رکھیل رکھے ہوئے ہیں۔ قانون یا سماج ان کا کچھ نہیں بگاڑ پاتا ان کی طرف انگلی اٹھا کر دیکھنے کی بھی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔ چندر موہن اور انورادھا چاہتے تو وہ دونوں بھی اس طرح رہ سکتے اور زندگی گزار سکتے تھے۔ ان کے لئے کوئی مسئلہ پیدا نہیں ہوتا جب کہ تبدیلی مذہب اور شادی کا اعلان کرکے انہوں نے سیاسی، سماجی اور قانونی ہر لحاظ سے اور ہر میدان میں بہت سے مسائل پیدا کرلئے ہیں۔ قانونی طور پر انہوں نے اپنی گردن شکنجہ میں پھنسالی ہے۔ ملک کا قانون اور کورٹ سسٹم ان کو پکڑنے کا اختیار رکھتے ہیں۔ انورادھا اسسٹنٹ ایڈوکیٹ جنرل رہی ہیں وہ قانون کی گریجویٹ ہیں چندر موہن چوتھی بار ممبر اسمبلی ہیں وہ جانتے ہیں کہ ۱۰ مئی ۱۹۹۰ء کو سپریم کورٹ اپنے ایک فیصلہ میں کہہ چکا ہے کہ اسلام قبول کرنے کا بہانہ کرکے دوسری شادی قابل قبول نہیں ہے۔

کسی بھی ہندو شوہر کی دوسری شادی جب کہ پہلی شادی کالعدم نہ ہوئی ہو قانون کے تحت ناجائز ہوگی۔ بہت سے اخباری نمائندے ان دونوں کے اعلان قبول اسلام پر چراغ پا ہیں جو لکھ رہے ہیں کہ چندر موہن کے خلاف تعدد ازدواج سے متعلق قانون کے تحت قانونی کاروائی کی جاسکتی ہے دوسری شادی کے لئے اسلام کو استعمال کرنا درست نہیں ہے انہوں نے کچھ مسلم عالموں کو بھی اس مقصد کے لئے استعمال کیا ہے جنہوں نے اس قبول اسلام اور شادی کے خلاف بیان دیا ہے۔ جب کہ خود قانون کو قانون بنانے والوں، قانون نافذ کرنے والوں اور قانون کی دہائی دینے والوں کو اس حقیقت کو سمجھنا چاہئے کہ قانون انسان بناتے ہیں قانون انسانوں کی فلاح وبہبود کے لئے بنائے جاتے ہیں۔ قوانین میں انسانوں کی فلاح وبہبود اور ان کے حقوق کے تحفظ کے تقاضوں کو ملحوظ رکھا جانا چاہئے۔ جو لوگ اسلامی قوانین کو ہدف تنقید اور طعن وتشنیع بنانے کے لئے ہمہ وقت شمشیر بدست رہتے ہیں کہ خود ان کے بنائے ہوئے قوانین پر جن کی عصری معنویت معقولیت اور ماڈرن وجدید ترین ہونے کی بڑھ چڑھ کر دہائی دیتے رہتے ہیں لوگ کس حد تک عمل کررہے ہیں اور ان پر عمل کی راہ اختیار کرنے سے لوگوں کو کتنے مسائل کا سامنا کرنا ہوتا ہے۔ ایک ۳۷ سالہ مطلقہ خاتون ماہر قانون اور ۱۸ سال سے عدم آہنگی کے ساتھ ازدواجی زندگی گزارنے والے نائب وزیر اعلیٰ کی کرسی پر رونق افروز شخص کے مسائل کا ان قوانین نے کونسا حل پیش کیا ہے؟ ان حالات میں داعیان اسلام کا فرض ہے کہ چاند محمد، فضا محمد اور دوسرے تمام انسانوں کو اسلام کی حقانیت، اس کے احکام وتعلیمات کی عظمت اور قوانین اسلامک پرسنل لاز کی معقولیت کے بارے میں آگاہ کرنے کے لئے لعلك باخع نفسك الايكونوا مومنين والے والے اسوۂ رسول کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنالیں۔ چاند محمد اور فضا محمد جہاں تک اسلام کے دائرہ میں آگئے ہیں ان کے سامنے ادخلوا فی السلم کافة کا مکمل نظام پیش کریں۔ ●●

بقیہ: خودروزگاری کیلئے فوڈ پروسیسنگ اسکیم

کرسکتے ہیں۔ اس کے لئے پانی بھری تھالی میں تھوڑا سا گرم رس ڈالئے۔ اگر وہ پر پھیلے نہیں اور گولی کی شکل لے لے تو سمجھنا چاہئے جیلی بن کر تیار ہوگئی ہے۔ اگر پانی میں ڈالنے سے رس کی بوند پھیل جاتی ہے تو جیلی کو اور پکنا چاہئے اس کے بعد تیار جیلی کو جراثیم سے پاک بوتلوں میں بھر کر رکھ دیتے ہیں اچھی جیلی شفاف نہ زیادہ گیلی نہ کڑی۔ اچھے رنگ والی اور چاقو سے کاٹنے پر چاقو میں چپکتی نہیں۔

سچلوں کا اسکوائش بنانے کا طریقہ:

(۱) پھلوں کا رس نیبو دس لیٹر، سنترہ دس لیٹر آم ۱۰ لیٹر
(۲) پانی ۵،۷ لیٹر سنترہ ۵،۹، آم ۵،۷ لیٹر
(۳) چینی ۲۰ کلوگرام، ۱۵ کلوگرام، ۱۰ کلوگرام
(۴) سائٹرک ایسڈ ۱۰۰ گرام
(۵) پوٹاشیم میٹابائی سلفیٹ ایک گرام
(۶) کھانے والا رنگ، بسنتی رنگ، نارنگی رنگ ضرورت کے مطابق۔

طریقہ عمل:

اسکوائش بنانے کے لئے مکمل پکے ہوئے پھلوں کا انتخاب کرنا چاہئے۔ پھلوں کو اچھی طرح پانی سے دھونے کے بعد ہاتھ سے دبا کر یا پھر سنترہ اور نیبو کا رس مشین کے ذریعہ نکال لیا جاتا ہے۔ اس کو باریک چھنی سے اچھی طرح چھان لیتے ہیں۔ اسکوائش بنانے کے دوران صرف اسٹینلیس یا پھر المونیم کے برتن اور چاقو کا ہی استعمال کرنا چاہئے۔ اسکوائش بنانے کے لئے چینی کی دی ہوئی مقدار کی ایک تار کی چاشنی بنالینی چاہئے۔ چاشنی بناتے وقت اس کا درجہ حرارت ۷۰ ڈگری سینٹی گریڈ تک پہنچنا چاہئے۔ چاشنی میں اُبال آنے پر سائٹرک ایسڈ کو ملانا چاہئے۔ تقریباً ۱۰ منٹ میں ایک تار کی چاشنی تیار ہوجاتی ہے اس تیار گرم چاشنی میں رس کو ملادیا جاتا ہے جس میں رس بھی گرم ہوجاتا ہے اور جراثیم مردہ ہوجاتے ہیں۔ اس دوران تھوڑے سے رس میں پوٹاشیم میٹابائی سلفائیڈ اور رنگ گھول کر تیار چاشنی اور رس کے مکسچر میں ملادیا جاتا ہے۔ اب اسکوائش بن کر تیار ہوگیا اس تیار اسکوائش کو جراثیم سے بھری بوتلوں میں بھر کر رکھ دیتے ہیں بھرتے وقت دھیان رکھتے ہیں کہ بوتلیں دو سینٹی میٹر تک خالی رہیں، بوتلوں کو اچھی طرح سیل کردیتے ہیں تاکہ باہر کی ہوا تھوڑی بھی اندر داخل نہ ہوسکے۔

ٹماٹر سے تیار مصنوعات:

ٹماٹر سے مندرجہ ذیل پروسیسڈ فوڈ تیار کئے جاسکتے ہیں (۱) ٹماٹر کیچ اپ، ٹماٹر ساس، ٹماٹر سوپ، ٹماٹر جیلی، ٹماٹر مارمیلڈ، ٹماٹر چٹنی، ٹماٹر مربہ، ٹماٹر پوری، پری زورہ، پھل پاک، کینڈ ٹماٹر وغیرہ۔

ٹماٹر ساس (Tomato Sauce) کیچ اپ بنانے کا طریقہ

ٹماٹر سے تیار ہونے والا سب سے اہم پروسیسڈ فوڈ ٹماٹر ساس یا کیچ اپ ہے جو زیادہ تر عوام کے ذریعہ استعمال میں لایا جاتا ہے۔ ٹماٹر کی ان دونوں مصنوعات میں استعمال ہونے والی اشیاء بنانے کے طریقہ میں بہت کم فرق ہوتا ہے۔ فرق صرف گاڑھے پن کا ہوتا ہے۔ ٹماٹر کیچ اپ ٹماٹر ساس کے مقابلہ میں زیادہ گاڑھا ہوتا ہے، ٹماٹر کیچ اپ کا برکس ۲۸ Brix سے ۳۰ فیصدی اور ٹماٹر ساس کا برکس ۲۵ فیصدی ہوتا ہے۔

ٹماٹر ساس بنانے کے لئے پکے لال ٹماٹر کا انتخاب کرنا چاہئے، چنے ہوئے پھلوں کو صاف بہتے ہوئے پانی میں دھونے کے بعد چاقو سے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں کاٹ لینا چاہئے۔ کٹے ہوئے پھلوں کو ۲۰ سے ۳۰ منٹ تک گرم کیا جاتا ہے تاکہ وہ ٹکڑے اچھی طرح ملائم ہوجائیں، اسی دوران پیاز لہسن ادرک وغیرہ کو کوچ کر ملانا چاہئے جس سے اس کا عرق اچھی طرح رس میں مل جائے۔ پکے ہوئے ٹماٹروں کا رس نکالنے کے لئے پہلے ٹماٹر کے ٹکڑوں کا بیج اور چھلکا اُتار دیا جاتا ہے۔ اس کے لئے المونیم کی چھنی کو کسی برتن پر رکھ کر ملتے ہیں، جس سے گودا اور رس برتن میں ایک جگہ ہوجاتے ہیں اور چھلکا اور بیج چھلنی میں رہ جاتے ہیں۔ اس کے بعد گودے اور رس کو اسٹیل کے برتن میں پکانے کے لئے رکھ دیتے ہیں، چینی کی ۳/۲ مقدار شروع میں ڈال دیتے ہیں جس سے اس کا رنگ کالا ہوجاتا ہے۔ چینی کی باقی ماندہ مقدار کو ساس تیار ہونے کے کچھ وقت پہلے ڈالا جاتا ہے۔ جو بھورا رنگ رہتا ہے، یہ دونوں رنگ مل کر ساس کو لال رنگ دیتے ہیں، مسالوں کو باریک پیس کر کپڑے میں باندھ کر پکتے ہوئے رس میں ڈبو کر لٹکا دیتے ہیں جب ساس تیار ہونے کو ہوتا ہے تو مسالوں کی پوٹلی کو الگ کردیا جاتا ہے، جب پکی ہوئی چیزوں کا برکس تقریباً ۲۵ فیصد ہوجائے اور طشتری میں ڈالنے پر پانی نہ چھوڑے تو سمجھنا چاہئے ساس بن کر تیار ہوگیا، اس کے بعد ساس کو آگ سے نیچے اُتار کر ایسٹک ایسڈ نمک ٹماٹر کارنگ، لال مرچ اور سوڈیم بنزوئیٹ کی مقررہ مقدار ملا کر ساس کو چمچے سے اچھی طرح چلادینا چاہئے۔ ساس کو تھوڑا ٹھنڈا ہونے پر اچھی طرح صاف کئے ہوئے بوتلوں میں بھر کر اچھی طرح سیل کردینا چاہئے۔ ان بھرے ہوئے بوتلوں کو ٹھنڈے سوکھے اور روشنی نہ ہو ایسی جگہ پر رکھنا چاہئے۔

سامان:

دس کلوگرام ٹماٹر سے ساس تیار کرنے کے لئے ضروری سامان: پکے ٹماٹر دس کلو گرام، چینی ۵ کلوگرام، نمک ۱۶۰ گرام، لال مرچ ۵۰ گرام، لہسن ۱۰۰ گرام، پیاز ۴۰۰ گرام، ادرک ۲۰۰ گرام، گرم مسالہ ۵۰ گرام، ایسٹک ایسڈ ۲۰ ملی گرام یا چار چھوٹے چمچے، ٹماٹر کارنگ، ایک گرام سوڈیم بنزوئیٹ ۱۵ سے ۲۰ گرام۔

(ماہنامہ رہبر صنعت وتجارت)

دعوت
پرنٹر، پبلشر خلیل احمد نے دعوت ٹرسٹ (رجسٹرڈ) کی جانب سے ایرانین آرٹ پرنٹرز قاسم جان اسٹریٹ بلیماران دہلی ۶ میں چھپوا کر دفتر ''دعوت'' ڈی ۳۱۳، ابوالفضل انکلیو، جامعہ نگر، اوکھلا، نئی دہلی ۲۵ سے شائع کیا۔
ایڈیٹر: پرواز رحمانی
اسسٹنٹ ایڈیٹر: شفیق الرحمن
سب ایڈیٹرس: محمد اشرف علی بستوی

مئو کا بنا تیز اثر دار افضلس نورانی تیل

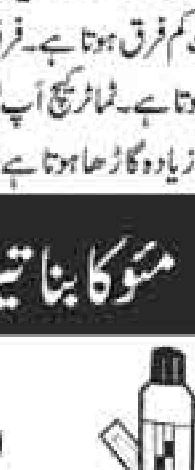
لیبل و کیپ پر AFZALS اور MAU CITY دیکھ کر خریدیں
بدن کے ہر قسم کے درد، زخم، چوٹ، ورم، سردی کے امراض نیز بچوں کی بہت سی بیماریاں مثلاً حلق، ختنہ، کھانسی، نزلہ، زکام وغیرہ کے لئے مجرب ومفید ہے
INDIAN CHEMICAL CO. NEW CHEMICAL CO.
Mau Nath Bhanjan-Mau-275101 (U.P.)

دماغین برین ٹانک

دواخانہ طبیہ کالج مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

قادری دواخانہ کی کامیاب ترین یونانی دوائیں
DIAL
033-2469-3173
033-2489-3539
گٹھیا کے درد میں؟

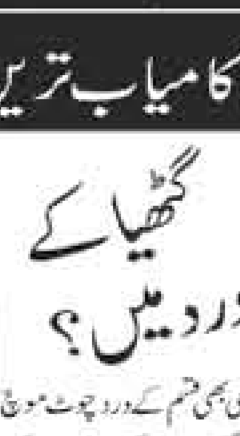
زعفرانی تیل
گیسٹک کے درد میں
قبض ٹروجن

بدہضمی، بھوک کی کمی، درد جگر، قبض، سینے کی جلن اور پیٹ کے جملہ امراض میں بہت ہی مفید ہے
Qadri Dawakhana
B-18, NAWAB WAJID ALI SHAH ROAD, KOLKATA - 24.
DISTRIBUTORS: DARYA BADI DAWAKHANA 393, E. R. Road, Pydhonie, Mumbai - 400 003 Ph: 022-2341-1957
RELAX ENTERPRISES 3416, Bahishti Wada, No.1, Dhule, - 424 001 Ph: 02562-238952